عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

انٹرنیشنل

جلد نمبر ۱۳ • شمارہ نمبر: ۲

KHATME NUBUWWAT

(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم

اسلام میں علم کا مقام

اسلام نے تعلیم کو اتنا اونچا اٹھایا کہ اس کو دنیا ہی نہیں آخرت کی بلندیوں تک پہنچنے کا وسیلہ بنادیا۔

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

نئی تہذیب کے بھنور

حکومت ظفر اللہ قادیانی کے جانشین موجودہ وزیر خارجہ آصف احمد علی کو پٹہ ڈالے

فحاشی و عریانی

مسلم معاشرے کی نہیں فرنگی تہذیب کا حصہ اور ضرورت ہے

تھوڑی دیر مرزا قادیانی کی قبر پر

A QUESTION TO ALL MUSLIM BRETHREN

Do you want:	Your money should be spent on making Muslims into Apostates?
Certainly your answer will be:	No.
But you are!	Unintentionally, unknowingly.
How:	In this way that some of you transact business with Qadianis. You purchase and use their products. You deal with them commercially and don't realise the harm you are doing to Islam.
Do you know:	A large part of the profit, accruing to Qadianis from your deals is deposited by them in their apostatic Centre at Rabwah.
What work this Centre does:	It makes unwary Muslims into Kafirs and Apostates.
Alas:	Your money is used against your very Deen and you are unaware.
Realise:	You are contributing towards apostacising Muslims because you buy, sell, and use the products manufactured by Qadianis.

Mark:

It's your money that is spent on Qadiani apostatic activities.

It's your money that is letting Qadianis print their literature.

It's your money that is abetting publication of Qadianis' distorted translations of Quran.

It's your money that is supporting Qadiani Rabwah Centre.

It's your money that is helping Qadiani preachers to preach Kufr in the world.

It's your money which is spent by Qadianis in spread of their heresy.

O'SAVIOURS OF DEEN-E-ISLAM

Rally round the banner of your Prophet Muhammad Rasool Allah Sallal-Lah-o-Alaihe-Wa-Sallam.

Boycott all Qadiani products; don't deal in them, don't buy them, don't use them.

Cut them out at social, commercial, economic levels.

Don't attend their functions, marriages, funerals etc.

Be hostile, you, your friends and your relatives towards these enemies of your Deen for sake of Allah.

See through the fraud of these self-styled "Ahmadis".

Identify them as Kafirs, Apostates and Dualist-infidels.

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوت
کراچی
انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۳ • شمارہ نمبر ۲ • بتاریخ ۲۲ ذی الحجہ تا ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ • بمطابق ۳ جون تا ۹ جون ۱۹۹۴ء

اس شمارے میں

۱ : حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ―― ۴
۲ : اداریہ ―― ۵
۳ : نبی کریم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم ―― ۶
۴ : اسلام میں علم کا مقام ―― ۱۲
۵ : کام کی باتیں ―― ۱۴
۶ : ذکر صالحین ―― ۱۵
۷ : فحاشی و عریانی ―― ۱۷
۸ : نئی تہذیب کے بھنور ―― ۱۹
۹ : تھوڑی دیر مرزا قادیانی کی قبر پہ ―― ۲۱
۱۰ : میزان کا پیغام ―― ۲۲
۱۱ : دارالعلوم بری انگلینڈ کا تعارف ―― ۲۳

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا • مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان • مولانا سعید احمد جلالپوری

مرتب
حافظ محمد حنیف ندیم

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

کتابت
خوشی محمد انصاری

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۴۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۴۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۳۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات و انڈیا ۲۵ ڈالر
چیک/ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۲۳۰۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

پبلشر : عبدالرحمن باوا ○ طابع : سید شاہد حسن ○ مطبع : القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت : ۱۰۳ پریڈی لائن کراچی

حدیث مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از۔ سید محبوب الحسن نقوی

پڑھو اس کو مسلمانو حدیث مصطفیٰؐ ہے یہ
سعادت کا خزانہ ہے نوید جاں فزا ہے یہ
کہا قرآں میں ما عطا و ما ینطق جب رب نے
وہ فرمان رسول اللہ و فرمان خدا ہے یہ
تیری تعلیم کے قرباں شہہ امی لقب جائیں
کہ شاگردوں کا تیرے اس جہاں میں مرتبہ ہے یہ
کوئی صدیق اکبرؓ ہے کوئی فاروق اعظمؓ ہے
وہ عثمان غنیؓ ہے تو علی مرتضیٰؓ ہے یہ
کیا نسبت نے تیری خوار دنیا کے یزیدوں کو
شہادت کے لئے حاضر شہید کربلا ہے یہ
بھٹکتا پھر رہا ہے کیا حدیث مصطفیٰؐ کو پڑھ
مریض ظاہر و باطن دوا ہے یہ دعا ہے یہ
حدیث کا مثل قرآں بن گیا خادم
خدا کے فضل کی محبوب تجھ پر انتہا ہے یہ

حکومت ظفر اللہ قادیانی کے جانشین موجودہ وزیر خارجہ احمد آصف علی کو پٹہ ڈالے

پاکستان کے موجودہ وزیر خارجہ سردار آصف احمد علی اس وقت بہت زیادہ مشہور ہوئے جب انہوں نے میاں نواز شریف دور حکومت میں پاکستان کو دہشت گرد قرار دیا تھا۔ وہ اس وقت وزیر خارجہ نہیں تھے لیکن موجودہ حکومت نے اسی شخص کو (جس نے اسی ہنڈیا میں سوراخ کیا اور اسی میں کھایا) وزارت خارجہ جیسی اہم وزارت سونپ دی۔ اپنے سابقہ دور میں اس بدنام زمانہ شخص نے کچھ دینی مسائل و احکام کا بھی مذاق اڑایا۔ جس پر پورے ملک میں کافی لے دے ہوئی اور علماء کرام نے اپنے جمعہ کے خطبات میں اس کے گمراہ کن اور ملحدانہ نظریات پر سخت تنقید کی۔ سابقہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس شخص کو وزارت میں نہ لیا جاتا لیکن موجودہ حکومت ہر وہ کام کر رہی ہے جو عوام کی مرضی اور منشاء کے خلاف ہے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں دوسرے وزراء میں بھی چند وزیر ایسے شامل ہیں جو کمیونسٹ اور ملحدانہ نظریات رکھتے ہیں۔ خود وزیر اعظم بے نظیر بھٹو بھی جو ایک طرف تو یہ کہتی ہیں کہ میری آئیڈیل حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ ہیں اور پاکستان کی خواتین کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کرتی ہیں لیکن وہ جو نظریات پیش کرتی ہیں وہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے ذرا بھی لگاؤ یا تعلق نہیں رکھتے۔ ان کی گفتگو میں تضاد ہے اور یہی تضاد ان کے وزراء میں بھی پایا جاتا ہے۔

ان وزراء میں سردار آصف احمد علی سرفہرست ہیں اور وہ اس وقت مشہور قادیانی وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں پچھلے دنوں انہوں نے لندن سے شائع ہونے والے ایک اخبار روزنامہ آواز انٹرنیشنل (۲۱ اپریل ۱۹۹۴ء) کے نمائندہ سے گفتگو کرتے ہوئے بون میں کہا: "ملک میں رائج قوانین کا احترام کرتے ہوئے احمدیوں (قادیانیوں) کے حقوق کی حفاظت کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج جرمن وزیر خارجہ سے ملاقات کے دوران جرمن حکومت نے بطور خاص اس امر کا ذکر کیا ایک عرصہ سے پاکستان میں بعض طبقات کے ساتھ ناروا سلوک کی شکایات ملتی رہتی ہیں ہم نے جرمن حکومت پر واضح کر دیا ہے کہ موجودہ حکومت پاکستان کے تمام شہریوں کو مساوی حقوق دینا چاہتی ہے اور تسلیم کرتی ہے کہ ہر شہری کے مفادات کی حفاظت حکومت کا فرض ہے۔ اس کے لئے جو قوانین پہلے سے ملک میں رائج ہیں وہ اس کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔"

جرمن کی وزارت خارجہ کی ایک ترجمان نے کہا ہے کہ آج جرمنی کے وزیر خارجہ اور پاکستان کے وزیر خارجہ جناب احمد آصف علی کی ملاقات میں دیگر موضوعات کے علاوہ پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں بھی بات چیت ہوئی۔ جرمن حکومت نے بعض کرسچن کی گرفتاری اور ان میں سے ایک کی ہلاکت اور احمدیوں کے خلاف موجودہ قوانین پر اپنے رد عمل کا اظہار کیا ہے پاکستانی وزیر خارجہ نے اور ان کے وفد نے یقین دلایا ہے کہ موجودہ حکومت صورت حال کو بہتر بنانے میں مصروف عمل ہے اور ایسے قوانین کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ جن نے پاکستان کے شہریوں کے احساس محرومی میں اضافہ ہوتا ہے انہوں نے جرمن حکومت کو یقین دلایا ہے کہ ایسے قوانین کو بتدریج ختم کرنا حکومت کے پروگرام میں شامل ہے۔

اگر آج کے دور میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں مسیح عیسیٰ یا مریم ہوں تو عیسائی دنیا اور ان کے ہمنوا چلا اٹھتے ہیں اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے جب تک اسے ٹھکانے نہیں لگا دیتے تھوڑا عرصہ قبل ایک جھوٹے مسیح اور اس کے پیروکاروں کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔ ایسے میں انہیں انسانی حقوق بھی نظر نہیں آتے لیکن اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں محمدؐ ہوں میں خدا کا آخری نور' آخری راہ (یعنی آخری نبی ہوں) اور حضرت محمدؐ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کے پیروکار بھی پیدا ہو جاتے ہیں تو ظاہری بات ہے کہ اس سے مسلمان قوم مشتعل ہو جاتی ہے وہ سب کچھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہے لیکن اس کے لئے یہ بات قطعاً" ناقابل برداشت ہے کہ کوئی ملعون اور بدبخت کسی شخص کو محمد رسول اللہ مانے یا کوئی شخص محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ بات قابل تعجب بھی ہے اور قابل افسوس بھی کہ اگر کوئی شخص عیسیٰ مسیح ہونے کا دعویٰ کرے تو اسے اور اس کے پیروکاروں کو قتل کر دیا جائے اور وہی لوگ جو انسانی حقوق کے چیمپئن بنتے ہیں خود اپنے ہاتھوں سے انسانی حقوق اور اس پر عمل کرنے کا مطالبہ کریں تو انسانی حقوق کے چیمپئن خود اپنے ہاتھوں سے انسانی حقوق کو رگید ڈالیں اور اگر مسلمان اپنے نبی کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے حکومت سے قانون بنانے اور اس پر عمل کرنے کا مطالبہ کریں تو انسانی حقوق کی پامالی کا شور مچانا شروع کر دیں کہ دیکھو جی پاکستان میں انسانی حقوق پامال کئے جا رہے ہیں۔ زیادہ

تر یہ آواز قادیانیوں کے حق میں اٹھتی ہے اور اس لئے اٹھتی ہے کہ قادیانی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن اور اسلام دشمن قوتوں خصوصاً "یہود و نصاریٰ کے جاسوس اور ایجنٹ ہیں۔ جرمن حکمرانوں کے پیٹ میں بھی مروڑ اسی لئے اٹھی ہے کہ اس وقت وہاں ہزاروں قادیانی زیر تربیت ہیں جو ان کی جاسوسی کرتے ہیں ہر ملک میں ان افراد کے لئے جو ملک کے دشمن ہوں سخت سے سخت قانون موجود ہے پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف یہاں کے عوام کے بے حد اصرار پر دو حیثیتوں سے قوانین بنائے گئے ہیں۔

(۱) اس وجہ سے قادیانی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں 'مرزا قادیانی ملعون کو محمد رسول اللہ مانتے ہیں ان تمام قرآنی آیتوں کا مصداق مرزا قادیانی کو ٹھہراتے ہیں جو حضور تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہیں۔

(۲) اس وجہ سے کہ قادیانی قیام پاکستان کے مخالف 'اکھنڈ بھارت کے حامی اور ملک میں دہشت گردی و تخریب کاری کے جو واقعات ہوتے ہیں ان میں بالواسطہ 'یا بلاواسطہ قادیانی ہی ملوث ہوتے ہیں۔

انہی وجوہات کی بناء پر قادیانیوں کے خلاف تین تحریکیں چلیں 'انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا گیا ان پر شعائر اللہ اور اسلامی اصطلاحات کے استعمال پر پابندی لگائی لیکن موجودہ وزیر خارجہ کو وہ تحریکیں اور عوام کا قادیانیوں کے خلاف غیض و غضب نظر نہیں آتا اسی لئے وہ بیرون ملک جا کر قادیانیوں کے سرپرست ممالک کو یہ یقین دہانی کرا رہے ہیں کہ ایسے قوانین جن کا اثر کسی گروہ طبقے یا جماعت (بطور خاص قادیانی جماعت) پر پڑتا ہے انہیں بتدریج ختم کر دیا جائے گا۔ ہم واشگاف اور واضح الفاظ میں حکومت پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جو قوانین بن چکے ہیں انہیں کسی صورت منسوخ نہیں ہونے دیا جائے گا بلکہ ان پر عمل درآمد کرانا حکومت کی ذمہ داری ہوگی ہم حکومت سے یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ موجودہ وزیر خارجہ ظفر اللہ بننے کی کوشش کر رہا ہے اسے فوراً "پٹہ" ڈالے اور اسے اس منصب سے علیحدہ کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم

محمد شعیب بن عبدالکریم قریشی نواں شہر ایبٹ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم و خاتم الانبیاء

قرآن پاک میں ارشاد ہے ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین اٰمنو صلو علیہ و سلموا تسلیما۔ (ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے "صلوٰۃ" بھیجتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو! تم بھی رسول اللہ ﷺ پر "صلوٰۃ" بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

اس آیت میں لفظ "صلوٰۃ" تشریح طلب ہے جس پر بحث کرنا ضروری ہے تاکہ "صلوٰۃ" کا صحیح مفہوم سمجھ میں آ جائے لیکن اس سے پہلے چند باتیں (بتوفیق اللہ) اس آیت کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے احکامات ارشاد فرمائے۔ بہت سے انبیاء کی توصیفیں۔ صفتیں اور تعریفیں بھی فرمائیں۔ ان کے بہت سے اعزاز و اکرام بھی فرمائے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم فرمایا کہ ان کو سجدہ کیا جائے۔ لیکن کسی حکم یا کسی اعزاز و اکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ میں بھی کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف سید الکونین فخر عالم ﷺ ہی کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "صلوٰۃ" کی نسبت اولاً اپنی طرف کی اس کے بعد اپنے پاک فرشتوں کی طرف پھر مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ تم بھی "صلوٰۃ" بھیجا کرو۔ اس بات سے اس عمل کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ ایسا کام ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور مومن سب شریک ہیں۔ پھر عربی داں حضرات جانتے ہیں کہ آیت شریفہ کو لفظ "ان" کے ساتھ شروع کیا جو نہایت تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ اور "یصلون" مضارع کا صیغہ استعمال فرمایا۔ جو استمرار ہیشگی پر دلالت کرتا ہے یعنی اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ یہ اعزاز و اکرام جو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو عطا فرمایا ہے اس اعزاز سے بڑھا ہوا ہے جو حضرت آدمؑ کو فرشتوں سے سجدہ کرا کر عطا کیا۔ اس لئے کہ آخری نبی کریم ﷺ کے اس اعزاز و اکرام میں اللہ تعالیٰ خود بھی شریک ہیں۔ بخلاف حضرت آدمؑ کے اعزاز کے کہ وہاں صرف فرشتوں کو حکم فرمایا۔

یصلی علیہ اللہ جل جلالہ

بھذا جاء للعالمین کمالہ

(ترجمہ) آپ پر اللہ جل جلالہ "صلوٰۃ" بھیجتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا کمال جہان والوں کو بتا دیا اب آتے ہیں لفظ "صلوٰۃ" کی طرف۔ یہ ایک مشترک لفظ ہے جو کئی معنوں میں مستعمل ہے اکثر علماء نے لکھا ہے کہ جب لفظ "صلوٰۃ" کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں "رحمت کاملہ" اور جب فرشتوں کی طرف ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں دعا و استغفار اور جب مومنین کی طرف ہو تو دعا و تذلل اور جب طیور کی طرف ہو تو تسبیح تو ان معنوں کے لحاظ سے آیت کے معنی یہ ہوں گے "اللہ نبی ﷺ پر رحمت کرتے ہیں اور فرشتے آپ ﷺ کے لئے استغفار کرتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی آپ ﷺ کے لئے دعا کیا کرو۔"

لیکن اس طرح معنی کرنا اصول فقہ کے لحاظ سے درست نہیں۔ کیونکہ اللہ اور فرشتوں کی "صلوٰۃ" کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مومن بھی اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی اقتدا کرتے ہوئے آپ ﷺ پر "صلوٰۃ" بھیجیں اور یہ اقتدا تب ہی صحیح ہو سکتی ہے کہ جب اقتدا کرنے والے اور جس کی اقتدا کی جا رہی ہے دونوں کا فعل ایک ہو۔ مثلاً" کوئی کسی سے کہے کہ فلاں آدمی روزہ رکھتا ہے اور فلاں آدمی نماز پڑھتا ہے لہٰذا تم بھی قرآن پڑھا کرو اس طرح اتحاد الفعل بین المقتدی و المقتدیٰ نہ ہوا اس لحاظ سے یہ بات درست نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس طرح "صلوٰۃ" کا معنی اس آیت میں علیحدہ علیحدہ کرنے سے بات صحیح نہیں رہتی۔ یہ اس وقت درست ہوگی جب "صلوٰۃ" کے معنی اس طرح کئے جائیں جو اللہ تعالیٰ۔ فرشتوں اور مومنین کے لئے یکساں ہوں۔ اور یہ معنی ہیں الاعتناء بشانہ (آپ کی شان کی طرف متوجہ رہنا اور اہتمام فرمانا) پس آیت کے یہ معنی ہوں گے۔ "اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسول اللہ ﷺ کی شان کی طرف متوجہ رہتے ہیں اے مومنو! تم بھی رسول اللہ ﷺ کی شان کی طرف متوجہ رہو۔"

اور یہ (اعتناء) یعنی متوجہ رہنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے فرشتوں کی طرف سے استغفار اور مومنوں کی طرف سے دعا۔ "ھکذا قیل فی نور الانوار"

"صلوٰۃ" اسم مصدر ہے یعنی التصلیہ جس کے معنی "ثناء تام اور رحمت کاملہ" کے ہیں بخلاف اس "صلوٰۃ" کے جس کے معنی ہیں "نماز" اس کا مصدر صلیہ نہیں آتا بلکہ کہا جا

ہے "صلیت صلوٰۃ"

رحمت اس افاضہ خیر کو کہتے ہیں جو رقت قلب کی وجہ سے ہو لیکن یہاں صرف مراد محض افاضہ خیر ہے چونکہ اللہ تعالیٰ رقت قلب سے منزہ ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ "صلوٰۃ" علی النبی کا مطلب نبی کی ثناء و تعظیم رحمت و عطوفت کے ساتھ ہے۔ پھر جس کی طرف یہ صلوٰۃ منسوب ہوگی اسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم مراد لی جائے گی۔ جیسا کہ کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر، بھائی بھائی پر مہربان ہے ظاہر ہے جس طرح کی مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اس نوع کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر دونوں سے جدا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ پر "صلوٰۃ" بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ کی ثناء و اعزاز و اکرام کرتا ہے لیکن یہ اکرام و ثناء ویسا نہیں جیسا مخلوق کا ایک دوسرے کے ساتھ ہوتا ہے اور نہ ہی مخلوق پر اسے قیاس کرنا درست ہے اور فرشتے بھی "صلوٰۃ" بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی "صلوٰۃ" اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبے کے موافق ہوگی آگے مومنین کو بھی حکم ہے کہ تم بھی "صلوٰۃ" و رحمت بھیجو۔

امام بخاریؒ نے ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے "صلوٰۃ" بھیجنے کا مطلب اس کا آپ ﷺ کی تعریف کرنا ہے فرشتوں کے سامنے اور فرشتوں کا "صلوٰۃ" بھیجنا ان کا دعا کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے "یصلون" کی تفسیر یبرکون نقل کی گئی ہے۔ یعنی برکت کی دعا کرتے ہیں حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ قول ابو العالیہ کے موافق ہے البتہ اس سے خاص ہے حافظ نے دوسری جگہ "صلوٰۃ" کے معنی لکھ کر لکھا ہے کہ ابو العالیہ کا قول میرے نزدیک زیادہ اولیٰ ہے کہ اللہ کی "صلوٰۃ" سے مراد اللہ کی تعریف ہے رسول اللہ پر۔"

کیونکہ آپ ﷺ کی تعریف کا حق اللہ تعالیٰ ہی ادا کر سکتے ہیں۔ مخلوق میں سے کسی کے بس کی بات نہیں اور جو مومنین میں سے رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرتے ہیں وہ حقیقت میں اپنی عاقبت و آخرت سنوارتے ہیں اور اپنی کامیابی کی کوشش کرتے ہیں آخرت میں جب مسلمانوں کے بس کی بات نہیں کہ وہ آپ ﷺ کی تعریف کریں یا رحمت بھیجیں یہی وجہ ہے کہ مسلمان آگے سے دوبارہ پلٹ کر اللہ تعالیٰ ہی سے گزارش کرتے ہیں کہ اللھم صلی علی محمد اے اللہ تو (ہی) محمد ﷺ کی تعریف کر اور ان پر رحمت بھیج۔

حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم آپ ﷺ پر "صلوٰۃ" کیسے بھیجیں کیونکہ سلام بھیجنے کا طریقہ تو معلوم ہے کہ ہم نماز میں السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ پڑھتے ہیں لیکن "صلوٰۃ" کا طریقہ ہمیں معلوم نہیں ہے تو آپ نے درود ابراہیمی ارشاد فرمایا۔ اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد الخ

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا تھا کہ تم بھی نبی پر "صلوٰۃ" بھیجو نبی نے اس کا طریقہ بتا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے کہ تم اللہ ہی سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش رحمتیں ابدالآباد تک نبی پر فرماتا رہے۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر مزید رحمتیں نازل فرمائے اور وہ رحمتیں ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دی جائیں کہ گویا ہم نے بھیجی ہیں حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہی اکیلا ہے کسی بندے کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء کی بارگاہ میں ان کے رتبے کے لائق تحفہ پیش کر سکتا۔ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں "اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبروں پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے۔"

آیت میں حکم ہے کہ صلوٰۃ بھیجو۔ لیکن جب کوئی کہے اللھم صلی علی محمد (اے اللہ تو محمد ﷺ پر صلوٰۃ بھیج) تو اس طرح تو اللہ کے حکم کی تعمیل نہ ہوئی یعنی جس چیز کا حکم دیا تھا بندوں کو وہی چیز بندوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دی۔ اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ "صلوٰۃ" معنی ہیں "رحمت کاملہ یا ثناء تام" اور رسول اللہ ﷺ پر رحمت کاملہ بھیجنا یا ان کی ثناء تام کرنا یہ ہمارے تمہارے بس کی بات نہیں اس لئے ہم اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم ایسا کرنے سے عاجز و قاصر ہیں آپ ہی رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ بھیج دیجئے اس لئے کہ ہمارے اندر ہزاروں عیوب اور نقائص ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہر عیب سے پاک لہٰذا ایسی ہستی پر صلوٰۃ بھیجنا بھی اسی ذات کا حکم ہے جو تمام معائب سے منزہ ہے اسی لئے "اللھم صلی علی محمد" کہتے ہیں۔ اس میں حکم کا خلاف نہیں بلکہ انتہائی ادب و احترام پر دال ہے۔ اور اس سے رسول اللہ ﷺ کا وہ مرتبہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی تعریف کرنا مخلوق کے بس کی بات نہیں۔

ثانیاً اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے خود یہ طریقہ بتایا کہ اللھم صل علی محمد کہا جائے حقیقت میں رحمت بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جب کوئی بندہ اللہ سے صلوٰۃ بھیجنے کی درخواست کرتا ہے تو اس کی طرف اس صلوٰۃ کی نسبت مجازاً بحیثیت دعا کے ہوتی ہے۔ ہماری "صلوٰۃ" حق واجب تک نہیں پہنچ سکتی اس لئے ہم اور آپ اللہ ہی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہی واقف ہے اس بات سے کہ رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ اللہ وسلامہ کے درجہ کے موافق کیا چیز ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک

(ترجمہ) "اے اللہ میں تیری تعریف اس طرح نہیں کر سکتا جس طرح تو نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے" یہاں ایک اشکال پیش آتا ہے جس کو علامہ رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب اللہ جل شانہ اور اس کے فرشتے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو پھر ہماری درود کی کیا ضرورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنا حضور ﷺ کی احتیاج کی وجہ سے نہیں اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ کے بعد فرشتوں کے درود کی بھی ضرورت نہ رہتی بلکہ ہمارا صلوٰۃ بھیجنا رسول اللہ ﷺ کی اظہار عظمت کے واسطے ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اپنے پاک ذکر کا بندوں کو حکم دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس کے پاک ذکر کی بالکل ضرورت نہیں۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل کرتے ہیں کہ مقصود درود شریف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے امتثال حکم سے تقرب حاصل کرنا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے جو حقوق ہم پر ہیں اس میں سے کچھ کی ادائیگی ہے حافظ عز الدین عبد السلام کہتے ہیں کہ ہمارا صلوٰۃ بھیجنا رسول اللہ ﷺ کے لئے سفارش نہیں ہے اس لئے کہ ہم جیسا آپ ﷺ کے لئے سفارش کیا کر سکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں محسن کے احسان کا بدلہ دینے کا حکم دیا ہے اور حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی محسن اعظم نہیں۔ ہم چونکہ حضور ﷺ کے احسانات کا بدلہ سے عاجز تھے اللہ تعالیٰ نے ہمارا عجز دیکھ کر ہم اس کی مکافات کا طریقہ بتایا کہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور چونکہ ہم اس سے بھی عاجز تھے اس لئے ہم نے اللہ جل شانہ سے درخواست کی کہ تو اپنی شان کے حوالے کے موافق مکافات فرما۔

اب آتے ہیں لفظ "نبی" کی طرف جو اس آیت میں آیا ہے۔ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو "نبی" کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا "محمد" ﷺ کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا جیسا کہ اور انبیاء کو ان کے اسماء کے ساتھ ذکر کیا اور یہ حضور اقدس ﷺ کی غایت عظمت اور غایت شرافت کی وجہ سے ہے اور قرآن پاک میں ایک جگہ جب حضور ﷺ کا ذکر حضرت ابراہیم کے ساتھ آیا تو ان کو تو نام کے ساتھ ذکر کیا اور آپ ﷺ کو نبی کے لفظ سے ارشاد ہوتا ہے ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وھذا النبی اس آیت میں ابراہیم کو نام سے اور حضور ﷺ کو "نبی" کے لفظ سے ذکر کیا اور جہاں کہیں نام لایا گیا خصوصی مصلحت کی وجہ سے لایا گیا۔

لفظ نبی یا تو "نبوت" سے مشتق ہے جس کے معنی "بلندی" اور "رفعت" کے ہیں۔ اس لئے نبی بھی تمام پر بلند اور رفعت والا ہوتا ہے۔ یا لفظ "نبی" "نباء" سے مشتق ہے جس کے معنی خبر دینا ہے اس لحاظ سے نبی کے معنی "خبر دینے والا" ہوں گے کیونکہ نبی مخلوق کو احکام شرع سے باخبر کرتا ہے۔ لفظ "پیغمبر" بھی لفظ "نبی" کا فارسی میں ترجمہ ہے۔ پیغمبر اصل میں پیغام بر تھا جس کے معنی ہیں "پیغام لانے والا یا لے جانے والا" اور نبی یا رسول ﷺ کو پیغمبر اسی مناسبت سے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام مخلوق تک پہنچاتا

ہے۔

شریعت میں نبی انسان کو کہتے ہیں کہ "جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف احکام شرع کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہو عام ازیں کہ نئی شریعت لے کر آئے یا اپنے سے پہلے پیغمبر کی شریعت کی تائید کرے۔ اور رسول اس کو کہتے ہیں جو نئی شریعت لے کر آئے۔ اور رسول کے لغوی معنی ہیں "بھیجا ہوا یا قاصد" رسول کا اطلاق فرشتوں پر بھی آتا ہے اس لئے رسول عام ہے اور نبی خاص جو کہ صرف بشر کے لئے ہے۔

آیت میں لفظ نبی کا استعمال کیا گیا نام کی تصریح یا تو اس وجہ سے نہیں کی گئی کہ آپ ﷺ کی جلالت شان کے اوپر تنبیہ کرنا مقصود تھا۔ کیونکہ نام ذکر نہ کرنے کی ایک وجہ جلالت شان بھی ہوا کرتی ہے۔ یا اسی وجہ سے نام "محمد ﷺ" ذکر نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہی "صلوٰۃ" کے مستحق ہیں خواہ آپ ﷺ کا نام لے کر صلوٰۃ بھیجی جائے یا بلا نام۔

مطلق "نبی" سے فرد کامل مراد ہے کیونکہ "المطلق اذا یطلق یرادبه الفرد الکامل" یعنی جب مطلق لفظ بولا جائے تو فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں نبی سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ آپ ہی "کامل فی النبوۃ" ہیں اور آپ پر نبوت کا اختتام ہو چکا ہے۔

یہ آیت شریف جس میں صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے اس آیت کے متعلق علامہ سخاوی نے ایک بہت ہی عبرتناک واقعہ لکھا ہے۔ وہ احمد یمانی سے نقل کرتے ہیں کہ میں صنعاء میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بڑا مجمع ہو رہا ہے میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے لوگوں نے بتایا یہ شخص بڑی اچھی آواز سے قرآن پڑھنے والا تھا اور قرآن پڑھتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچا تو یصلون علی النبی کے بجائے "یصلون علی علی النبی" پڑھ دیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اللہ اور اس کے فرشتے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر درود بھیجتے ہیں جو نبی ہیں (غالباً پڑھنے والا رافضی ہوگا) اس کے پڑھتے ہی گونگا ہو گیا۔ برص اور جذام یعنی کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور اندھا و اپاہج ہو گیا۔

بڑی عبرت کا مقام ہے اللہ ہی محفوظ رکھے اپنی پاک بارگاہ میں اور اپنے پاک کلام میں اور پاک رسول ﷺ کی شان میں گستاخی و بے ادبی سے ہم لوگ جہالت اور لاپروائی سے اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتے کہ ہماری زبان سے کیا نکل رہا ہے اللہ تعالیٰ ہی اپنی پکڑ سے محفوظ رکھے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مجھ سے بعض لوگوں نے یہ اشکال کیا کہ آیت شریف میں صلوٰۃ کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے "سلام" کی نہیں کی گئی۔ میں نے اس کی وجہ بتائی کہ شاید اس وجہ یہ ہے کہ سلام دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک دعا میں دوسرے انقیاد و اتباع میں۔ مومنین کے حق میں دونوں معنی صحیح ہو سکتے تھے اس لئے ان کو اس کا حکم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے لحاظ سے اتباع کے معنی صحیح نہیں ہو سکتے تھے اس لئے اس کی نسبت اللہ اور فرشتوں کی طرف نہیں کی گئی۔

جب صلوٰۃ و سلام کے متعلق معلوم ہو گیا تو مومنین کو کثرت سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا چاہئے اور اس کا بہت اہتمام اور اس پر مداومت کرنی چاہئے۔ لیکن مسنون طریقے سے۔ اس لئے کہ کثرت "صلوٰۃ" محبت کی علامات میں سے ہے۔ "فمن احب شیا اکثر من ذکرہ" جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے اس کا ذکر بہت کثرت سے کیا کرتا ہے۔ اور بعض علماء نے رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنت (یعنی سنی) ہونے کی علامت لکھی ہے۔

قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی (پ ۲۰) آپ کہئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جس کو اس نے منتخب فرمایا۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی تعریف اور اللہ کے منتخب بندوں پر سلام کا حکم دیا گیا۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم فرمایا کہ سلام بھیجیں اللہ کے مختار بندوں پر اور وہ اس کے رسول اور انبیاء کرام ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر آتا ہے۔ "سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلم علی المرسلین۔ والحمد للہ رب العلمین ○"

اور امام ثوری اور سدی وغیرہ سے یہ نقل کیا گیا کہ اس سے صحابہ کرام مراد ہیں اور ابن عباس سے بھی یہ قول نقل کیا گیا اور ان دونوں میں کوئی منافات نہیں کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے مصداق ہیں تو انبیاء کرام اس میں بطریق اولیٰ داخل ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (ترجمہ) "جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ (رحمت) بھیجتے ہیں" (رواہ مسلم و ابوداؤد و ابن حبان)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو ایک ہی رحمت ساری دنیا کے لئے کافی ہے چہ جائیکہ ایک دفعہ درود پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتیں نازل ہوں اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت درود شریف کی ہوگی کہ اس کے ایک دفعہ پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس دفعہ رحمتیں نازل ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے پاک نام کو اپنے پاک نام کے ساتھ کلمہ شہادت میں شریک کیا اور آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت' آپ ﷺ کی محبت کو اپنی محبت' آپ ﷺ کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دیا ایسے ہی آپ ﷺ پر درود کو اپنے درود کے ساتھ شریک فرمایا۔ پس جیسا کہ اپنے ذکر کے متعلق فرمایا۔ "فاذکرونی اذکرکم" (ترجمہ) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ (پ ۲) ایسے درود کے بارے میں ارشاد فرمایا جو آپ ﷺ پر ایک دفعہ صلوٰۃ (درود) بھیجتا ہے اللہ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ (رحمت) بھیجتا ہے۔

ترغیب کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر دفعہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں۔ یہاں ایک بات سمجھ لینا چاہئے کہ کسی عمل کے ثواب کے متعلق اگر کمی یا زیادتی ہو جیسا یہاں ایک حدیث میں دس اور ایک میں ستر آیا ہے تو اس کے متعلق بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے احسانات امت محمدیہ پر روز افزوں ہوتے ہیں اس لئے جن روایتوں میں ثواب کی زیادتی ہے وہ بعد کی ہیں گویا اولاً حق تعالیٰ نے دس کا وعدہ فرمایا بعد میں ستر کا اور بعض علماء نے اس کو اشخاص اور احوال اور اوقات کے اعتبار سے کم و بیش بتایا ہے۔ ملا علی قاری نے ستر والی روایت کے متعلق لکھا ہے کہ شاید یہ جمعہ کے دن کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نیکیوں کا ثواب جمعہ کے دن ستر گنا ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جس کے سامنے میرا تذکرہ آوے اس کو چاہئے کہ مجھ پر صلوٰۃ (درود) بھیجے اور جو مجھ پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ (رحمت) بھیجے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا" (رواہ احمد والنسائی کذافی الترغیب)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ ہم چار پانچ آدمیوں سے کوئی نہ کوئی شخص حضور اقدس ﷺ کے ساتھ رہتا ہے تاکہ کوئی ضرورت اگر رسول اللہ ﷺ کو پیش آئے تو اس کی تعمیل کی جائے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کسی باغ میں تشریف لے گئے میں بھی پیچھے پیچھے حاضر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں جا کر نماز پڑھی اور اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی روح پرواز کر گئی۔ میں اس تصور سے رونے لگا حضور ﷺ کے قریب جا کر دیکھا۔ حضور ﷺ نے سجدہ سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا عبدالرحمن کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں (خدانخواستہ) آپ کی روح تو پرواز نہیں کر گئی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے بارے میں مجھ پر ایک انعام فرمایا ہے اس کے شکرانہ میں اتنا طویل سجدہ کیا۔ وہ انعام یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے یوں فرمایا کہ جو مجھ پر ایک دفعہ صلوٰۃ (درود) بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھیں گے اور دس گناہ معاف فرمائیں گے ایک روایت میں اسی قصہ میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کہ عبدالرحمن کیا بات ہے؟ میں نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا' حضور ﷺ نے فرمایا ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے یوں کہا کہ

تمہیں اس سے خوشی نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا "جو تم پر صلوٰۃ (درود) بھیجے گا میں اس پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجوں گا اور جو تم پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔" (کذا فی الترغیب)

اس طرح بہت سی دوسری احادیث میں ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجنے سے دس نیکیوں اور دس رحمتوں کے ثواب کا بتایا گیا ہے۔ یعنی ایسے شخص کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور اللہ کی طرف سے اس پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اسی طرح سے قرآن مجید کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی شان ارفع میں ایک گستاخی کرنے سے (نعوذ باللہ تعالیٰ منھا) اس شخص پر اللہ کی طرف سے دس لعنتیں نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے [illegible] یہ دس کلمات ارشاد فرمائے (۱) حلاف (۲) مہین (۳) ہماز (۴) مشاء بنمیم (۵) مناع للخیر (۶) معتد (۷) اثیم (۸) عتل (۹) زنیم (۱۰) مکذب للآیات۔ یہ سب الفاظ انتیسویں پارے میں سورہ نون کی اس آیت میں وارد ہوئے ہیں۔ ولا تطع کل حلاف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم ان کان ذا مال وبنین اذا تتلی علیہ اٰیٰتنا قال اساطیر الاولین (سورہ نون)

(ترجمہ) اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت (۱) قسمیں کھانے والا ہو۔ (۲) بے وقعت ہو۔ (۳) طعنہ دینے والا ہو۔ (۴) چغلیاں لگاتا پھرتا ہو۔ (۵) نیک کام سے روکنے والا ہو۔ (۶) حد سے گزرنے والا ہو۔ (۷) گناہوں کا کرنے والا ہو۔ (۸) سخت مزاج ہو۔ (۹) اس کے علاوہ حرام زادہ ہو۔ (۱۰) اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد ہو جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جائیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں۔ (بیان القرآن)

ولید بن مغیرہ حضور ﷺ سے مذاق و تمسخر کرتا تھا جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے یہ دس کلمات اس کے حق میں فرمائے۔

حدیث میں آتا ہے کہ المرء مع من احب۔ یعنی قیامت کے دن انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ "فمن احب شیئا اکثر من ذکرہ" یعنی جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ان اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلوٰۃ "ترجمہ کہ بلاشک قیامت میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر صلوٰۃ (درود) بھیجے" (رواہ الترمذی و ابن حبان)

ابن حبان نے اپنی صحیح میں حدیث بالا کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث میں واضح دلیل ہے اس بات پر کہ قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کے قریب ترین محدثین ہوں گے اس لئے کہ یہ حضرات سب سے زیادہ درود پڑھنے والے ہیں اسی طرح حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ہے کہ اس فضیلت کے ساتھ حضرات محدثین مخصوص ہیں اس لئے کہ جب وہ حدیث نقل کرتے ہیں یا لکھتے ہیں تو حضور اقدس ﷺ کے پاک نام کے ساتھ درود شریف ضرور ہوتا ہے اسی طرح سے خطیب نے ابو نعیم سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ فضیلت محدثین کے ساتھ مخصوص ہے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ احادیث پڑھتے ہیں یا نقل کرتے ہیں یا لکھتے ہیں تو حضور ﷺ کے پاک نام کے ساتھ کثرت سے درود لکھنے یا پڑھنے کی نوبت آتی ہے۔ محدثین سے مراد اس موقعہ پر ائمہ حدیث نہیں ہیں بلکہ وہ سب حضرات اس میں داخل ہیں جو حدیث پاک کی کتابیں پڑھتے یا پڑھاتے ہیں عربی میں ہوں یا اردو میں۔ زاد السعید میں طبرانی سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر صلوٰۃ بھیجے کسی کتاب میں (یعنی لکھے) ہمیشہ فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ پر صلوٰۃ کثرت سے بھیجنا چاہتا ہوں تو اس کی مقدار اپنے اوقات دعا میں سے کتنی مقرر کروں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک چوتھائی حصہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس پر بڑھا دے تو تیرے لئے بہتر ہے تو میں نے عرض کیا کہ نصف کروں حضور ﷺ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اگر بڑھا دے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے میں نے عرض کیا دو تہائی کردوں حضور ﷺ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بڑھا دے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پھر میں اپنے سارے وقت کو آپ ﷺ کے درود کے لئے مقرر کرتا ہوں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اس صورت میں تیرے سارے فکروں کی کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بھی معاف کردئے جائیں گے۔ (رواہ الترمذی واحمد والحاکم)

مطلب واضح ہے کہ میں نے کچھ وقت اپنے لئے دعاؤں کا مقرر کر رکھا ہے اور چاہتا ہوں کہ کثرت سے درود شریف پڑھوں تو اپنے اس معین وقت میں سے درود شریف کے لئے کتنا وقت تجویز کروں۔ تو اس سارے وقت میں درود پڑھنا ساری فکروں سے کفایت کرے گا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا دوسری حدیث میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس کو میرا ذکر مجھ سے دعا مانگنے میں مانع ہو یعنی کثرت ذکر کی وجہ سے دعا کا وقت نہ ملے تو میں اس کو دعا مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا۔ اور درود شریف کے متعلق جو فرمایا وہ بھی اسی کی مثل ہے کیونکہ درود شریف اللہ کے ذکر پر اور حضور اقدس ﷺ کی تعظیم پر مشتمل ہے۔ صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ سبب اس کا یہ ہے کہ جب بندہ اپنی طلب و رغبت کو اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ چیز میں کرتا ہے اور اللہ کی رضا کو مقدم رکھتا ہے اپنے مطالب پر تو وہ کفایت کرتا ہے اس کے سب مہمات کی۔ "من کان للہ کان اللہ لہ" یعنی جو اللہ کا ہو رہتا ہے وہ کفایت کرتا ہے اس کو۔

اس حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ باقی اذکار کو بالکل چھوڑ دیا جائے اور صرف درود شریف ہی پڑھا جائے۔ اور باقی اذکار سے زیادہ درود ہی مفید ہے۔ اس لئے کہ اول تو خود اس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ انہوں نے یہ وقت اپنی ذات کے لئے دعاؤں کا مقرر کر رکھا تھا اس میں سے درود شریف کے لئے مقرر کرنے کا ارادہ فرما رہے تھے دوسری بات یہ ہے کہ یہ چیز لوگوں کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ بعض روایات میں الحمد للہ کو افضل الدعا کہا گیا ہے اور بعض روایات میں استغفار کو افضل الدعاء کہا گیا ہے اسی طرح سے اور اعمال کے درمیان میں بھی مختلف احادیث میں مختلف اعمال کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ یہ اختلاف لوگوں کے حالات کے اختلاف کے اعتبار سے اور اوقات کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے۔

علامہ منذری نے ترغیب میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی حدیث بالا میں ان کے حوالے سے پہلے ایک مضمون اور بھی نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور ارشاد فرماتے ہیں اے لوگو اللہ کا ذکر کرو اے لوگو اللہ کا ذکر کرو (یعنی بار بار فرماتے) راجفہ آگئی ہے اور رادفہ آرہی ہے موت ان سب چیزوں کے ساتھ جو اس کے ساتھ لاحق ہیں آرہی ہے۔ موت ان سب چیزوں کے ساتھ جو اس کے ساتھ لاحق ہیں آرہی ہیں۔ اس کو بھی دو مرتبہ فرماتے۔

راجفہ اور رادفہ قرآن مجید کی آیت جو سورہ والنازعات میں ہے کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ یوم ترجف الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ قلوب یومئذ واجفۃ ابصارھا خاشعۃ۔ جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ اوپر جن چیزوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قیامت ضرور آئے گی جس دن ہلا دینے والی چیز سب کو ہلا ڈالے گی اس سے مراد پہلا صور ہے اس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی اس سے مراد دوسرا صور ہے۔ بہت سے دل اس روز خوف کے مارے دھڑک رہے ہوں گے شرم کی وجہ سے آنکھیں ان کی جھک رہی ہوں گی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس شخص کے پاس صدقہ کرنے کو نہ ہو وہ یوں اپنی دعا میں کہے۔ "اللھم صل علی محمد عبدک و رسولک وصل علی المومنین والمومنت والمسلمین

باقی صفحہ ۱۳ پر

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مولانا امیر محمد تونسوی شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ ...

رب کائنات نے فرمایا کہ جو کچھ کائنات میں موجود ہے اللہ کی ذات کے سوا ایک دن ختم ہو جائے گا۔ اللہ کی ذات کائنات باقی رہ جائے گی۔ فرمان و ارشاد نبوی کا خلاصہ یہ ہے کہ موت کو بکثرت یاد کرو جو ہر لذت کو ختم کر دینے والی ہے۔

موت و فناء کے متعلق تین اصول سماعت فرمائیں اور آپ ذہن نشین کرلیں تاکہ مسئلہ بخوبی سمجھ آجائے۔

اصل اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا ذرہ ذرہ دو چیزوں سے ملا کر بنایا ہے ایک روح دوسرا جسم یعنی ہر چیز کی ایک صورت ہے اور ایک اس کی حقیقت ہے۔ بعنوان دیگر ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے۔ غرضیکہ تمام انسان کل حیوانات جملہ نباتات رجمیع جمادات کی جہاں ایک صورت ہے وہاں اس کی ایک حقیقت بھی ہے اگر ایک اس کا جسم و بدن ڈھانچہ ہے تو ایک اس کی روح بھی ہے اور ہر بدن میں خداوند اقدس نے اس کے مناسب روح ڈال دی ہے تو جب خالق کائنات کی توجہ کائنات کی طاقتوں اور بدن بنانے کی طرف متوجہ ہوئی تو یہی اصول مد نظر تھا۔ مثلاً اول انسان کا بدن تیار کیا جاتا ہے جس کی ابتداء نطفہ یعنی ایک گندے ناپاک قطرہ سے ہوئی ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی سورت مومنون میں یوں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے انسان کی مٹی کے خلاصہ (یعنی گندے قطرے) سے بنایا پھر اس کی بوٹی بنایا پھر اس کو ہڈیاں بنایا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ الخ

خلاصہ یہ ہے کہ روح ڈالنے سے پہلے بدن و ڈھانچہ تیار کیا جاتا ہے جس کی تیاری میں زمین و آسمان کی قوتیں متوجہ ہوتی ہیں۔ آفتاب و ہواؤں کی طاقتیں صرف و متوجہ ہوتی ہیں کائنات کی ساری قوتیں مل کر جب ڈھانچہ تیار کر لیتے ہیں تو پھر اس میں روح ڈالی جاتی ہے یہی صورت و کیفیت جمادات و نباتات و حیوانات کی ہے۔ اصل ثانی یہ ہے کہ کائنات کی کوئی چیز باقی نہیں رہ سکتی جب تک بدن اور روح ملے ہوئے نہ ہوں گویا بدن کی بقاء روح پر موقوف ہے اور روح کی بقاء بدن و جسم و ڈھانچہ پر اگر آپ بدن کو پھوڑ کر شکستہ و خراب کردیں یا وہ خود ہی قدرتی طور پر خراب ہو گیا ہو تو پھر اس میں روح نہیں ٹھہرتی بلکہ پرواز کر جاتی ہے اس لئے بدن ہی روح کو سنبھالے رکھتا ہے۔

الغرض انسان میں جب تک روح ہے تو وہ انسان ہے ورنہ لاشہ جو بے فائدہ اور بے کار ہے پھر جس طرح مجموعہ بدن کے لئے مجموعہ روح ہے اس طرح بدن کے ہر ایک جز کے لئے اس کے مناسب ایک روح ہے جو اس کی ساتھ رہ سکتی ہے اگر اس جز کو ختم کردیا جائے تو اس کی روح بھی نہ رہے گی یہ نہ ہوگا کہ اس جزو کی روح کسی دوسری جزو میں چلی جائے مثلاً آنکھ ایک جز بدن انسانی ہے اس کی روح قوت بینائی ہے اس طرح اگر مثلاً آنکھ کو پھوڑ دیا جائے تو یہ نہیں ہوگا کہ دیکھنے کی قوت ناک میں یا کان میں آجائے بلکہ آنکھ کے بغیر یہ قوت باقی ہی نہیں رہتی۔

حاصل یہ کہ خداوند قدوس نے جس قدر قوی (قوی ۳) پیدا کئے ہیں ان میں روح اور قوت بھی ساتھ ساتھ پیدا کردی ہے اور یہ دونوں مل کر کائنات کا حصہ بنتے ہیں اگر دونوں الگ الگ ہو جائیں تو اسی کو موت کہتے ہیں۔

اصل ثالث یہ ہے کہ اگر روح کو کوئی اثر پہنچانا چاہیں تو وہ بدن ہی کے ذریعہ پہنچایا جاسکتا ہے۔ اس عالم میں براہ راست روح کو متاثر کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے مثلاً اگر آپ روح کو گرمی پہنچانا چاہیں تو بدن کو آگ وغیرہ کے سامنے لے جائیں گے جب پہلے بدن گرم ہو جائے گا اس کے بعد روح کو گرمی اور تپش پہنچے گی۔ اس طرح اگر ٹھنڈک روح کو پہنچانا مقصود ہو تو پہلے آپ بدن پر پانی ڈالیں گے یا اس پر برف ملیں گے تب روح کو ٹھنڈک محسوس ہوگی غرضیکہ ہر تاثیر کے لئے بدن ہی ذریعہ ہے۔ بجز بدن روح تک اثرات نہیں پہنچ سکتے۔

ان اصول ثلاثہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ انسان بدن اور روح سے مرکب ہے۔ اور ہر اثر بذریعہ بدن روح تک پہنچتا ہے۔ تو جیسے بدن کو غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور غذا کے بغیر لاغر ہو جاتا ہے۔ انجام موت ہوتی ہے اسی طرح روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے اگر روح کو بھی مناسب غذا نہ ملے تو یہ بھی لاغر اور نحیف ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ روحانی موت ہے۔

اور جیسے جسمانی اور بدنی امراض ہوتے ہیں اور ان کا علاج بھی ہوتا ہے اس طرح روحانی امراض بھی ہوتے ہیں اور ان کا علاج بھی ہے۔ ہم چونکہ صرف جسم اور بدن کی زیبائش و آرائش و پرورش میں لگے رہتے ہیں اور بدنی امراض کا احساس کرتے ہیں اور علاج بھی کراتے ہیں اور بدنی امراض کے نسخہ جات یاد بھی رکھتے ہیں اور جسمانی معالجین حکماء اور ڈاکٹر صاحبان کو جانتے ہیں اس کے بخلاف نہ ہمیں روح کی پرورش و آرائش و زیبائش کا خیال ہوتا ہے اور نہ ہی روحانی امراض کا احساس کرتے ہیں' اس لئے روحانی امراض کے علاج کے درپے نہیں ہوتے اور نہ ہی ہمیں روحانی معالجین اور اطباء کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی ہمیں ان کی پہچان ہوتی ہے۔ الٹا ہم ان سے نفرت کرتے ہیں۔

نصیحت سے نفرت ہے ناصح سے ان بن
سمجھتے ہیں ہم راہ نماؤں کو راہزن

جیسے امراض بدنی کے علاج کے لئے کئی نسخہ جات مرکب ہوتے ہیں یعنی کئی اجزاء سے مل کر نسخہ بنتا ہے اور کئی دوا مفرد ہوتے ہیں یعنی ایک ہی چیز کئی امراض کے لئے مفید ہوتی ہے اسی طرح روحانی امراض کے لئے بھی کئی مرکب دواء ہیں اور ایک مفرد دواء ہے جو تمام امراض روحانی کے لئے ہر مزاج کو ہر موسم میں اور ہر عمر میں یکساں مفید ہے یعنی اس کے استعمال کے لئے کسی مزاج اور کسی زمان و مکان و موسم و عمر کی قید نہیں ہے وہ ہے یاد موت مثلاً کسی کو کم تولنے و ناپنے کی مرض ہے یا ملاوٹ' فسق و فجور' دھوکے بازی کی مرض ہے یا جھوٹ' افتراء بہتان' گلا' غیبت کی مرض ہے یا بری نگاہ' چوری' عیاری کا مرض ہے رشوت ستانی وغیرہ کی مرض ہے تو موت کو یاد کرے انشاء اللہ یہ بیماریاں دفع ہو جائیں گی مثلاً جب دکاندار سودا تول رہا ہے لینے والا کم سن یا بے سمجھ آدمی ہے جس کو تولنے پھٹانک کلو وغیرہ کی سمجھ نہیں اس دکاندار کو اگر موت سامنے اور یاد ہے تو کم نہیں تولے گا کیونکہ وہ سمجھے گا کہ اگر میں کم تول کر چند ٹکوں کی بچت کروں گا تو یہ میرے کس کام کے شاید میں اس دکان سے اٹھ کر گھر جا سکتا ہوں یا پہلے موت آجائے تو خدا کو کیا منہ دکھلاؤں گا۔ اسی طرح باقیوں کو قیاس کریں۔ کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں کہ کب آئے گی اور کہاں آئے گی کس کیفیت میں آئے گی۔ البتہ آئے گی ضرور۔

پیام مرگ سے اے دل تیرا کیوں دم نکلتا ہے
مسافر روز جاتے ہیں یہ رستہ خوب چلتا ہے
آج جس سر کو غرور ہے تاجوری کا
کل اس پہ یہیں شور ہے نوحہ گری کا

اخباروں میں کئی دفعہ پڑھا ہوگا کہ شادی کی برات تھی اور ماتم کی مجلس بن گئی۔ دولہا اور دلہن کا لباس عروسی کفن بنایا گیا شادی کی خوشی میں گیت گانے والیاں نوحہ گر بن گئیں۔ مجلس نکاح میں شریک ہونے والے جنازہ پڑھنے کا انتظار کرنے لگے۔

خدا دیتا ہے جن کو عیش انہیں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

(۱) اصل موت ایک متفق علیہ چیز ہے کہ کائنات

میں ہر چیز میں اختلاف و انکار ہے حتیٰ کہ خدا کے منکر اور توحید و رسالت کے منکر موجود ہیں۔ جنت دوزخ' پل صراط' میزان' بعث بعد الموت کے منکر موجود ہیں' آسمان کے منکر بھی موجود ہیں لیکن موت کا منکر آج تک نہ کوئی پیدا ہوا ہے نہ قیامت تک کوئی پیدا ہوگا۔ البتہ کیفیت موت میں مسلمانوں کا اور حکماء و فلاسفر کا اختلاف ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ جب قویٰ حیوانیہ مثلاً قوۃ غریزیہ وغیرہ کمزور و معطل ہو جاتے ہیں تو ان کے نتیجہ میں موت واقع ہوتی ہے۔ اہل اسلام کا اعتقاد ہے کہ موت حکم خداوندی ہے جس وقت مالک آرڈر دے حکم پہنچا کسی کو عذر نہیں ہے مثلاً ایک کارخانہ چل رہا ہے مشینری و پرزہ جات میں کوئی نقص و خلل نہیں ہے مگر مالک نے بند کرنے کا حکم صادر فرمایا تو مستری اس وقت بند کر دے گا اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں پرزہ خراب ہو گیا ہے اس لئے کارخانہ بند ہوا بلکہ استفسار پر جواب یہی ملے گا مالک نے بند کروا دیا۔ جیسے حیوانی و انسانی مشینری چل رہی ہے مالک کی مرضی بحالت صحت و تندرستی بند کروا دے یا بحالت مرض بند کروا دے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اور نہ ہے اس قادر مطلق سے کوئی پوچھ سکتا ہے۔

(۲) اصل حالی آج کل مادی ترقی پر نازاں ترقی یافتہ ممالک نے جدید آلات حرب تیار کئے اور میزائل بنائے ہیں نہ کسی ملک نے ایسا آلہ بنایا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی بنا سکتا ہے جو دور سے عزرائیل کو دیکھ کر مار گرائے اور موت سے بچ جائے۔

(۳) اصل حالت' موت ایک ایسا اٹل اور ناقابل تبدیل و تنسیخ حکم خداوندی ہے کہ اگر غریب ہے تو اس کی جھونپڑی پر آتی ہے تو امیر کے محل اور بنگلے کو بھی معاف نہیں کرتی اگر بیمار پر آتی ہے تو صحت مند اور تندرست کو بھی نہیں چھوڑتی اگر بوڑھوں پر آتی ہے تو بچوں اور نوجوانوں سے بھی نہیں ٹلتی اگر عورتوں اور بچیوں پر آتی ہے تو مردوں اور کسی کے اکلوتے لڑکے کو بھی نہیں چھوڑتی جہاں مظلوم و رعایا پر آتی ہے وہاں حکمرانوں اور صاحب اقتدار کو بھی باقی نہیں رہنے دیتی ہے نہ تو کثرت مال سے ڈرتی ہے اور نہ زور و طاقت و اقتدار سے خائف ہو کر چھوڑتی ہے حتیٰ کہ جہاں مسلمان پر آتی ہے عوام اور اولیاء کرام کو بھی معاف نہیں کرتی حتیٰ کہ انبیاءؑ بھی اس دنیا سے وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لہٰذا ایسی قطعی اور متفق علیہ اور نہ ٹلنے والی چیز کو ہر آن و زمان میں یاد رکھنا چاہئے۔ غالب کا ایک شعر مجھے بہت پسند ہے۔

کار دنیا میں خیال مرگ غالب دل پہ ہو
راہ ہو زیر قدم لیکن نظر منزل پہ ہو

تاجر تجارت کرے دکاندار دکانداری کرے کاشت کار زراعت کرے' ملازم ملازمت کرے منصف و عادل عدالت کرے لیکن ہر ایک موت کو یاد رکھے تو کبھی خیانت دھوکہ اور بداخلاقی نہیں کرے گا اور کوئی گناہ سرزد نہیں ہوگا کیونکہ دنیاوی کاروبار اور ترقی سے شریعت اور دین نہیں روکتا البتہ دنیاوی مشاغل میں بھی اللہ کا خوف اور یاد باقی رہے۔ اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

تم شوق سے کالج میں پڑھو اور پارک میں پھولو
فلک پہ اڑو اور چرخ پہ جھولو
پر اک بات بندہ ناچیز کی رکھیں یاد
خدا کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

کہتے ہیں کہ انتہائی متکبر آدمی پوری شان و شوکت اپنی و اولاد اکڑ کر ناز و نخرے اور طمطراق سے اکڑ کر چل رہا تھا تو ایک اللہ والا سامنے آیا اور کہا کہ اللہ نے قرآن پاک میں اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا ہے تو اس شخص نے کہا کہ معلوم نہیں کہ میں کون ہوں اور کیا حیثیت رکھتا ہوں' تو اللہ والے بزرگ نے فرمایا کہ ہاں میں آپ کی حقیقت از اول تا آخر بخوبی جانتا ہوں کیونکہ اللہ والے اللہ کے بغیر کسی کی پرواہ نہیں کرتے ہیں گے۔

ہم جھکتے ہیں گدا و شاہ کے
قبضہ قدرت میں ہیں اللہ کے
کار ساز دو جہاں پر ہے نظر
ناز اٹھائیں کیوں ہم اہل جاہ کے

تو اپنی حقیقت گوش ہوش سن لو کہ نطفہ یعنی تیری ابتداء ایک قطرہ ناپاک سے ہے جو زمین پر' اگر وہ ناپاک بدن کو لگے وہ پلید ناپاک کپڑے وغیرہ کو لگے تو وہ نجس آخر کو جیفہ حمل الحمام سوار ہے کیونکہ اگر تیرے مرنے کے بعد غسل' تجہیز' تکفین' تدفین میں تاخیر دیر و درنگ و تاخیر ہو جائے تو تیری بدبو اور عفونت سے زندہ مرنے کے قریب ہو جائیں۔

وبینھما تحمل قذرۃ درمیانی زندگی میں تو غلاظت اور نجاست کا تھیلا ہے۔ چنگاری پہلے موجود تھی بس تقریر کے ہو چکنے سے سلگ اٹھی تو وہ آدمی یہ سنتے ہی وجد و کیف و حال میں آ گیا اور کہا۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کر دی
کہ مرا با جان جاناں ہمراز کر دی

کہ تیرا اللہ بھلا کرے کہ تو نے مجھے مرنے سے پہلے میری حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے ورنہ خدا کو کیا منہ دکھاتا۔

الغرض دنیا کی ہر ایک چیز فانی ہے۔

اس کی ہر اک چیز آنی جانی دیکھی
جو آ کر نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
اور جا کر نہ آئے وہ جوانی دیکھی

لہٰذا کوئی مال و دولت کے گھمنڈ میں یا اقتدار کے نشے میں آکر موت کو نہ بھولے اور بنگلہ و محل میں رہ کر قبر کو نہ بھولے' ریشم و اطلس و دیباج پہن کر لباس کفن کو ہرگز فراموش نہ کرے' کیونکہ مال و دولت' اقتدار و حکمرانی برادری و رشتہ داری ڈاکٹر و حکیم کسی کو موت سے نہیں بچا سکے۔

مجذوب نے کیا خوب فرمایا۔

تو نے منصب بھی اگر پایا تو کیا
گنج سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصر عالی شان بھی بنوایا تو کیا
دبدبہ بھی اپنا دکھلایا تو کیا
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

قیصر اور سکندر و جم چل بسے
زال اور سہراب و رستم چل بسے
کیسے کیسے شیر و ضیغم چل بسے
سب دکھا کر اپنا دم خم چل بسے
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

لاکھ ہوں قبضہ میں تیرے سیم و زر
لاکھ ہوں پالیس پہ تیرے چاکر
لاکھ تو قلعوں میں چھپ کر
موت سے ہرگز نہیں کوئی مفر
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سخت سخت امراض گو تو سہہ گیا
چارہ گر کو سخت جان بھی کہہ گیا
کیا ہوا کچھ دن جو زندہ رہ گیا
اک جہاں کل نگاہ میں بہہ گیا
اک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

موت نے کئی شہنشاہوں اور حکمرانوں اور حسینوں اور نوجوانوں کو اپنا لقمہ بنا کر زیر زمین کر دیا اب ان کے تذکرے تو باقی ہیں لیکن وہ نظر نہیں آتے۔

خزاں کے وقت جب دیکھا نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

سبزہ زار اور گلستان میں رہنے والے بھی قبرستان اور بستی خاموشاں میں جا کر دیکھیں' بنگلوں میں محلات والے بھی جھونپڑی نشینوں کی طرح ایک ہی میدان و زمین میں مدفون ہیں۔ قبر میں نہ گدے اور نہ پھول بچھے ہوئے ہیں اور نہ تکیے و سرہانے ہے' امیر و غریب' شاہ و گدا سب بستر خاک پر سو رہے ہیں عبرت کے لئے چند اشعار مجذوب پیش خدمت ہیں۔

گل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملک روس ہے اور کیا زمین طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی
اس طرف آواز طبل' ادھر صدائے کوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو تو قید آز کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف

باقی صفحہ ۱۸ پر

اسلام میں علم کا مقام

مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری استاذ جامعہ شاہی مراد آباد

یقیناً" اسے تاریخ کا دردناک المیہ ہی کہا جائے گا کہ مسلمانوں کے بارے میں اس قسم کے جائزے مبنی بر حقیقی ہوں کہ ان میں تعلیم ۲ یا ۳ فیصد ہے اور دینی تعلیم کا تناسب صرف آدھا فیصد ہے۔ (یہ جائزہ ہندوستانی مسلمانوں کے بارے میں ہے اور یقیناً دیگر ممالک میں بسنے والے اہل اسلام کا حال بھی اس سے بہت زیادہ مختلف نہیں نکلے گا۔)

مسلمانوں کی یہ علمی بے مائگی اس حالت میں ہے کہ ان کے پاس اسلام جیسے کامل مذہب کی تعلیمات اور قرآن جیسی بے مثال علمی کتاب موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے عظیم مذہب کی ہدایات اور اپنے روشن علمی ماضی کے پیش نظر دنیا کی سب سے بڑی تعلیم یافتہ قوم ہونا چاہئے تھا۔ اسلام نے تعلیم کو جو اہمیت دی ہے اس میں دنیا کا کوئی مذہب اسلام کا ہمسر نہیں اور اس میدان میں مسلمانوں کی تاریخ جس قدر تابناک ہے۔ وہ دیگر اقوام عالم کو نصیب نہیں ہے۔ تاریخ کے کسی بھی دور میں مسلمانوں کی سب سے بڑی خصوصیت ان کی علمیت رہی ہے' آج ان کی پسماندگی کا ایک اہم سبب اسی "علمیت" سے دوری ہے۔

اسلام میں تعلیم کی اہمیت

اسلام اپنی اس خصوصیت میں منفرد ہے کہ اس نے علم کی قدر افزائی اس دور میں کی جب علم ایک بے مایہ اور اجنبی چیز تھی۔ شرافت اور فضیلت کا معیار علم کے علاوہ کچھ دوسری صفات بنی ہوئی تھیں۔ دنیا کی اکثر اقوام علم و حکمت سے بے بہرہ تھیں۔ تھوڑا بہت علمی سرمایہ یونان میں تھا جو وہاں کے انبیاء و حکماء کا طفیل تھا' کسی قدر قانون و دانائی کی باتیں اہل روم کے پاس تھیں یا پھر ہندوستان میں کچھ علم کی روشنی تھی۔ لیکن اس کی تنگ دامانی کا یہ عالم تھا کہ اس کا دائرہ ایک مخصوص طبقہ اور چند روایاتی کتابوں تک محدود تھا۔ یورپ جو آج تعلیم و تہذیب کے میدان میں سب کا رہنما بنا ہوا ہے جہالت کی گھٹاٹوپ اندھیریوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور عرب میں تو تعلیم یافتہ لوگ اتنی کم تعداد میں تھے کہ اور کہ ان کا شمار انگلیوں پر کیا جا سکتا تھا۔

جس دور میں تعلیم اتنی اجنبی اور انوکھی چیز رہی ہو اس میں تعلیم کو اس قدر اہمیت دینا اور اپنی تعلیمات و ہدایات کے ذریعہ علم و فن کی ہوائیں چلا دینا اسلام کا عظیم اور گراں قدر فیض ہے۔

تحصیل علم ایک مقدس عمل

اسلام نے تعلیم کو اتنا اونچا اٹھایا کہ اس کو دنیا ہی نہیں آخرت کی بلندیوں تک پہنچنے کا وسیلہ بنا دیا ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر معراج سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا کوئی عمل اس کی آخرت کا سامان بن جائے۔ اس بنیاد پر قرآن کریم کی کئی سو آیات میں تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح سینکڑوں احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ سب کا خلاصہ یہی ہے کہ اسلام دراصل اپنے ہر ماننے والے سے اس کا مطالبہ کرتا ہے وہ تعلیم یافتہ ہو اس لئے قرآن و حدیث نے علم کو ایک عجیب تقدس عطا کر دیا۔ ایک صاحب علم بے علم عبادت گذار سے ہزاروں درجہ افضل قرار دیا۔ تحصیل علم پر بے شمار بشارتیں دیں اور اہل علم کو دنیا و آخرت میں سربلندی عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا۔

سیرت نبوی میں علم کا مقام

رسول اللہ نے اپنے آپ کو معلم ہی کی حیثیت سے پیش کیا۔ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد کو مستقل تحصیل علم اور اشاعت علم کے لئے متعین فرمایا۔ اصحاب صفہ کون تھے؟ یہی علم کے لئے خود کو وقف کر دینے والے چند لوگ جن کا سرمایہ علم کے سوا کچھ نہیں تھا۔ سیرت نبوی میں تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب غزوہ بدر کے کافر قیدیوں کو ان سے فدیہ لے کر آزاد کرنے کا فیصلہ کیا گیا تو جو قیدی فدیہ نہیں ادا کر سکتے تھے اور تعلیم یافتہ تھے ان کا فدیہ یہ طے فرمایا گیا کہ وہ مسلمانوں کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

قرآن علمی کتاب

اسلام میں علم اور تعلیم کی اسی اہمیت کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سب سے بڑا معجزہ دیا گیا وہ دنیا کی سب سے زیادہ علمی کتاب ہے۔ غور کیجئے کیا دنیا کی کوئی آسمانی یا غیر آسمانی کتاب اپنی علمیت میں قرآن کریم کے قریب لگ سکتی ہے؟ پوری انسانی تاریخ میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس نے قرآن کے برابر یا اس سے نصف علوم میں دنیا کو عطا کئے ہوں۔

تفسیر' اصول تفسیر' فقہ' اصول فقہ' معانی' بیان' بدیع' نحو' صرف' لغت' اشتقاق اور نہ جانے کتنے علوم ہیں جن کا وجود قرآن کریم کا رہین منت ہے جو سب قرآن کے ارد گرد گھومتے ہیں اور جن کی تدوین مسلمانوں نے خدمت قرآن ہی کے لئے کی ہے۔

اتنے سارے علوم و فنون کو وجود بخشنے اور علم کی اتنی قدر افزائی کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن نے مزید علوم و فنون کا راستہ کھول رکھا ہے۔ وہ کائنات میں گہری نگاہ سے غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ اور اس طرح ان نظری و فکری یا سائنسی فنون کا دروازہ کھول دیتا ہے جو عرف عام میں دینی نہیں کہلاتے لیکن اگر مسلمان چاہیں تو انہیں بھی دین کا خادم بنا سکتے ہیں۔

مسلمانوں کا علمی ماضی

قرآن و حدیث کی جانب سے علم و فن کی اس قدر افزائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمانوں نے ملکی فتوحات سے زیادہ علمی فتوحات پر توجہ دی اور اس میدان میں اپنے کارناموں میں ایسی روشن تاریخ کو وجود بخشا جس کی ہمسری تو کیا قریب ہونے کا دعویٰ بھی دنیا کی کوئی قوم نہیں کر سکتی۔ تاریخ گواہ ہے کہ اگر ایک طرف مسلمانوں کے گھوڑوں اور تلواروں نے ملکوں اور جنگی میدانوں کو تسخیر کر کے دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا تو دوسری طرف اقلیم علم کی فتوحات میں ان کی ذہنی و فکری کاوشوں نے ایک دنیا کی عقل و خرد کو اپنا اسیر بنا ڈالا۔ یہاں تک کہ بجا طور پر حساس ذہن نے گواہی دی کہ علم و فن کا دور تو اب شروع ہوا ہے اور دنیا اپنی ہزاروں سالہ طویل عمر میں جن علمی ترقیات سے ناآشنا تھی۔ وہ اس کو مسلمانوں ہی کے طفیل حاصل ہوئی ہیں۔ مسلمانوں نے علم و فن کو اتنا عام کیا کہ دنیا کی ہر قوم نے ان کی شاگردی پر فخر کیا اور بقول حالی مرحوم ے

لئے علم و فن ان سے نصرانیوں\
کیا کسب اخلاق روحانیوں نے\
ادب ان سے سیکھا صفاہانیوں نے\
کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے\
ہر ایک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا\
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

مسلمان اپنے اس دور میں علم و فن کی زلفوں کے کتنے اسیر تھے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے عوام اور خلفاء و سلاطین بھی اپنے علمی شوق میں علماء سے پیچھے نہیں تھے۔

عام مسلمانوں کا علمی شوق

عام مسلمانوں کے دل کی دولت شوق علم کی قدر ...

طرح روشن تھی اس کا ایک سرسری اندازہ ذیل کے اقتباس سے ہو سکتا ہے۔

یحیٰ بن جعفر بیکندی بیان کرتے ہیں کہ علی بن عاصم کے حلقہ درس میں تیس تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے۔ یزید بن ہارون نے جب بغداد میں درس حدیث دیا تو اس میں حاضرین کی تعداد کا اندازہ ستر ہزار کیا گیا۔ ایک مرتبہ سلیمان بن حرب کے درس میں حاضرین کا اندازہ کیا گیا تو چالیس ہزار نکلے۔ ایک بار خلیفہ معتصم کے حکم سے امام عاصم بن علی کے حلقہ درس کے حاضرین شمار کئے گئے تو ایک لاکھ بیس ہزار نکلے ایک مرتبہ ابو مسلم کے شرکاء درس حدیث کی تعداد کا اندازہ کرنے کے لئے لکھنے والوں کی دواتیں شمار کی گئیں تو چالیس ہزار سے کچھ زائد دواتیں نکلیں۔ جو لوگ صرف سن رہے تھے ان کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ جب شیخ فریابی نے بغداد میں درس حدیث دیا تو حاضرین تیس ہزار تھے۔ جب امام فرا نے اپنی ادیب تصنیف کتاب المعانی کا املا کرایا تو لوگوں نے حاضرین کو شمار کرنا چاہا مگر ہجوم کی وجہ سے نہیں کر سکے۔ (علماء سلف ۲۵، ۲۶)

اس اقتباس کو پڑھتے ہوئے یہ حقیقت بھی ذہن میں مستحضر رکھئے کہ یہ تذکرہ صرف ایک علم حدیث کے حلقہ ہائے درس سے متعلق ہے جب کہ اس دور میں دیگر علوم و فنون بھی بام عروج پر پہنچے ہوئے تھے۔

"قیاس کن زگلستان من بہار مرا"

امراء و خلفاء کی علمیت

مسلمانوں کے دور عروج میں امراء و خلفاء کے شوق علم سے بھی تاریخ کا ایک بے مثال روشن باب مرتب ہوا ہے۔ جب کہ ان کے پاس علم اور دین سے غفلت کے تمام اسباب مہیا تھے اور کسی حد تک وہ ان میں مشغول بھی تھے لیکن صدیوں پر محیط تاریخ میں دو چار کے علاوہ کوئی ایسا امیر اور خلیفہ نظر نہیں آتا جو باقاعدہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ ہو۔ جب کہ یہ حقیقت بھی قابل لحاظ ہے کہ یہ لوگ عموماً" خاندانی میراث کے طور پر تخت نشین ہوتے تھے اور کاروبار حکومت سنبھالنے سے پہلے ان کی عمر کا بیشتر حصہ شاہی محلات میں شاہزادوں والے ناز و نعمت کے ساتھ گزرتا تھا۔ اس کے باوجود ان میں سے اکثر کی تاریخ زندگی کا ایک وسیع باب تعلیم و علم اور علم و فن سے دلچسپی علمی و فنی مہارت اور اہل علم و فن کی حوصلہ افزائی سے پر نظر آتا ہے۔

اس مختصر تحریر میں ان سینکڑوں امراء و خلفاء کے نام بھی ذکر نہیں کئے جاسکتے جو اس فہرست میں نمایاں مقام پانے کے مستحق ہیں اس لئے اختصار کے پیش نظر صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) خلیفہ منصور عباسی (از ۱۳۶ھ ۷۵۳ء تا ۱۵۸ھ ۷۷۴ء) یہ خلیفہ اپنی وسیع و عریض سلطنت میں دنیائے علم و فن کا ایک عظیم تاجدار تھا۔ اس کی علمی جلالت اور وسعت مطالعہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے جو اس نے امام مالک سے کہی۔ یاد رہے کہ یہ امام مالک مشہور فقہی مسلک "مالکی" کے بانی ہیں امت کے چند اساطین علم میں ان کا شمار ہے اور ائمہ اربعہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کے بعد انہی کا مقام سمجھا جاتا ہے۔ اس عالی مرتبہ امام حدیث و فقہ سے خلیفہ منصور نے کہا۔

"آپ جانتے ہیں کہ اس وقت عالم اسلام میں علم حدیث کا ہم دونوں سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے۔ لیکن میں حکومت کے مسائل میں پھنسا ہوا ہوں اس لئے آپ حدیث کی ایک ایسی کتاب تصنیف کریں جس میں لوگوں کی ضرورت کے تمام مسائل ہوں۔ مگر اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جواز اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے تشدد و احتیاط کو نہ بھریئے بلکہ تصنیف و تالیف کا ایک نمونہ قائم کر دیجئے۔

اپنے متعلق منصور کا یہ قول کسی خوش فہمی پر نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی تھا۔ جس کی تصدیق حضرت امام مالک کے اس تبصرہ سے ہوتی ہے جو انہوں نے منصور کے اس قول پر کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ! "منصور نے مجھ سے یہ باتیں کیا کہیں تصنیف و تالیف کا طریقہ ہی سکھا دیا" (تاریخ اسلام ۳۰۵-۲)۔

(۲) خلیفہ حکم بن عبدالرحمن اموری اولیٰ (از ۳۵۰ھ تا ۳۶۶ھ) یہ ذی علم خلیفہ تو اپنے شوق علم اور وسعت مطالعہ کی روشنی میں علم و فن کے ہفت اقلیم کا اتنا بڑا فرمانروا نظر آتا ہے کہ بادشاہوں میں تو کیا جلیلۃ علماء میں بھی اس کی مثالیں کمیاب ہیں۔ اس کے ذاتی کتب خانہ کی زینت چھ لاکھ کتابیں تھیں جن کی فہرست چوالیس جلدوں میں تھی۔ اس تعداد پر غور کیجئے اور پھر اس دور کا تصور کیجئے جب طباعت کا فن ایجاد بھی نہیں ہوا تھا۔ علم کا کتنا شوق اور مطالعہ کا کتنا قوی جذبہ ہوگا۔ جس نے اتنی کتابیں جمع کراوی تھیں۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ حیران کن حقیقت شاید ناقابل یقین ہی سمجھی جائے گی کہ ان چھ لاکھ کتابوں میں سے اکثر اس خلیفہ کے زیر مطالعہ رہ چکی تھیں جن پر اس کے تحریر کردہ حواشی تھے۔ نیز ہر کتاب کے سرورق پر خلیفہ کے قلم سے کتاب کا نام اور مصنف کا نام و نسب درج تھا۔ تاریخ اسلام ۱۷۶۔ ۱۷۵ ج ۳)۔

اہل کمال کی کثرت

ہمارے اسلام کی علمیت کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ ان میں اہل کمال بڑی تعداد میں پائے جاتے تھے۔ سب جانتے ہیں کہ جو لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں ان میں اعلیٰ تعلیم تک کم لوگ پہنچ پاتے ہیں۔ ان میں بھی لوگ تعلیمی میدان میں مصروف خدمت رہے ان کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ اور ایسے خوش نصیب افراد تو خال ہی خال پائے جاتے ہیں جو اپنے فن میں درجہ کمال حاصل کر چکے ہیں۔ یہ سب حقائق ذہن میں رکھ کر درج ذیل دو تاریخی شہادتیں پڑھئے۔

(۱) مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے آٹھ سو شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا۔ اس کے باوجود کبھی پل پار نہیں کیا۔ (غالباً دریائے دجلہ کا پل مراد ہے جو بغداد کے قریب تھا) یعنی ان کو ایک ہی شہر میں آٹھ سو ایسے اساتذہ مل گئے جو حدیث پڑھا سکتے تھے۔

لمحہ فکریہ

ان تمام مذہبی اور تاریخی شہادتوں کو سامنے رکھ کر اپنے حالات پر غور کریں اور اندازہ لگائیں کہ اپنے مذہب مستقیم کی مقدس ہدایات اور اپنے بے مثال ماضی کی روشنی میں تعلیم کے میدان میں ہمارا کردار کیا ہونا چاہئے؟ جس قوم کے اسلاف نے اپنے علمی احسانات سے آج تک ایک عالم کو گراں بار کر رکھا ہے کیا اس کا یہ مقام ہے کہ وہ تعلیم سے دوری کا بدترین نمونہ بن جائے جس قوم کے اکابر کا نام تعلیم و تہذیب کی سند سمجھا جاتا تھا کیا اس کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ جہالت و ناخواندگی کی علامت بن جائے؟ افسوس صد افسوس۔ اللہ تعالیٰ ہمیں علمی اور فکری بیداری نصیب فرمائیں آمین۔ ●●

بقیہ: صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم

والمسلمات" (ترجمہ) اے اللہ صلوٰۃ بھیج محمد ﷺ پر جو تیرے بندے ہیں اور تیرے رسول ﷺ ہیں اور رحمت بھیج مومن مرد اور مومن عورتوں پر اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں پر۔ پس یہ دعا اس کے لئے زکوٰۃ یعنی صدقہ ہے اور مومن کا پیٹ کسی خیر سے کبھی نہیں بھرتا یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے۔ (رواہ ابن حبان)

اس حدیث پاک کا آخری حصہ کہ "مومن کا پیٹ نہیں بھرتا کسی خیر سے" اس کو صاحب مشکوٰۃ نے فضائل علم میں نقل کیا ہے اور صاحب مرقاۃ وغیرہ نے خیر سے علم مراد لیا ہے اگر چہ خیر کا لفظ عام ہے اور ہر خیر کی چیز اور نیکی کو شامل ہے اور مطلب ظاہر ہے کہ مومن کامل کا پیٹ نیکیاں کمانے سے نہیں بھرتا وہ ہر وقت اس کوشش میں رہتا ہے کہ جو نیکی بھی جس طرح اس کو مل جائے وہ حاصل کرے اگر اس کے پاس مال صدقہ نہیں ہے تو درود شریف ہی سے صدقہ کی فضیلت حاصل کرے۔ صاحب مظاہر حق نے بھی صاحب مرقاۃ وغیرہ کے اتباع میں خیر سے علم ہی مراد لیا ہے اس لئے وہ تحریر فرماتے ہیں ہرگز نہیں سیر ہوتا مومن خیر سے پڑھے علم سے یعنی اخیر عمر تک طالب علم رہتا ہے اور اس کی برکت سے بہشت میں جاتا ہے۔ اس حدیث میں خوشخبری ہے طالب علم کو کہ دنیا سے باایمان جاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اور اجر و درجہ کو حاصل کرنے کے لئے بعض اہل اللہ اخیر عمر تک تحصیل علم میں مشغول رہتے ہیں باوجود حاصل کرنے بہت سے علم کے اور دائرہ علم کا وسیع ہے جو کہ مشغول ہو ساتھ علم کے اگر چہ ساتھ تعلیم و تصنیف کے ہو حقیقت میں ثواب طالب علم اور تکمیل اس کی کافی ہے اس کو (حق) یہاں تک چند آیات و احادیث فضائل درود پر پیش کیں جبکہ اس کی فضیلت پر کثیر احادیث ہیں۔ (ختم شد)

کام کی باتیں

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی البرنی ثم مہاجر مدنی دامت برکاتہم

فرمایا۔ سید الانبیاء و المرسلین ﷺ نے جو انما الاعمال بالنیات فرمایا ہے یہ بہت ہی زیادہ جامع کلمہ ہے حدیث کی شرح لکھنے والوں نے اس کی شرح میں بہت کچھ لکھا ہے جہاں تک جس کے ذہن کی رسائی ہوئی اس سے متعلقہ احکام فوائد و مسائل لکھ دیے اصل بات یہ ہے کہ بالنیات جو جار مجرور ہے حضور اقدس ﷺ نے اس کے متعلق حذف فرمادیا ہے لیذہب ذہن السامع کل مذہب جار مجرور کس سے متعلق ہے اور یہاں کون سا کلمہ محذوف ہے اس بارے میں حضرات شراح کرام کے متعدد اقوال ہیں اور ہر قول صحیح ہے کیونکہ الفاظ کا عموم سب کو شامل ہے' بعض حضرات نے لفظ متحققۃ محذوف مانا ہے اور مطلب یہ بتایا ہے کہ اعمال کا متحقق نیتوں کے ساتھ ہوتا ہے' یعنی نیت ہے تو عمل کا متحقق مانا جائے گا ورنہ وہ عمل باوجود وجود میں آنے کے معتبر نہ ہوگا' حضرات شوافع کا فرمانا ہے کہ جس طرح نماز بغیر نیت کے نہیں ہوتی اور روزہ بغیر نیت کے نہیں ہوتا اگر چہ دن بھر کچھ بھی کھائے پئے اسی طرح وضو اور غسل بھی معتبر نہ ہوگا اگر بلانیت پانی بہالیا' اس میں حنفیہ نے عبادت مقصودہ اور وسیلۃ للعبادۃ کا فرق بتایا ہے اور لفظ ثواب محذوف مانا ہے یعنی ثواب الاعمال بالنیات' ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر بہ نیت وضو اعضا کو دھوئے گا ثواب ملے گا ورنہ اعمال وضو پورا کرنے سے وضو تو ہو جائے گا یعنی اس وضو سے نماز پڑھنا درست ہو جائے گا۔ ہاں وضو کا ثواب نہ ملے گا' یہ ایک فقہی بحث ہے جو حضرات محدثین اور فقہاء نے کتابوں میں لکھی ہے' مجھے جو عرض کرنا ہے وہ دوسری بات ہے اور حدیث کی جامعیت اس کو بھی شامل ہے اس وقت جو عرض کرتا ہے وہ لوگوں کے حالات دیکھ کر اور طویل تجربات دیکھ کر ذہن میں آیا۔

جو لوگ عمل کرتے ہیں ان کی نیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں اور نیتوں ہی کے اعتبار سے اعمال میں نقص و کمال کی صفات آتی ہیں اور نیتوں ہی کے اعتبار سے کوئی آگے بڑھتا ہے اور کوئی پیچھے رہ جاتا ہے' مثلاً یہاں حرمین شریفین میں دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ اس لئے پڑے ہیں کہ عبادت کیا کریں اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام پڑھا کریں یا بیت اللہ کا کثرت سے طواف کیا کریں' یہ حضرات کوشش کرتے ہیں کہ تکبیر اولیٰ سے نماز پڑھیں اور اگلی صف میں یا اس کے پیچھے قریب ترین کسی حصہ میں جگہ پائیں' یہ حضرات نماز کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ مسجد میں وقت گزارتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جتنی دیر موقعہ مل جائے حرم میں اندر بیٹھے رہیں' ان کے برخلاف وہ لوگ ہیں جو تجارت کرنے کے لئے اور پیسہ کمانے کے لئے آتے ہیں یہ لوگ اذان ہو جانے پر دکان بند کرتے ہیں پھر وضو کرتے ہیں پھر نماز کے لئے روانہ ہوتے ہیں مسجد حرام یا مسجد نبوی میں پہنچتے پہنچتے کبھی پوری نماز کبھی اکثر نماز نکل جاتی ہے' ان پیسہ کمانے والوں میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں نماز کے بعد فوراً" مال بیچنا ہوتا ہے یہ تو مسجد کے اندر جانے کی بھی نیت اور ہمت نہیں کرتے باہر ہی کسی جگہ کھڑے ہو کر نیت باندھ لیتے ہیں یہ بھی نہیں دیکھتے کہ صفیں متصل ہیں یا نہیں اور اقتداء صحیح ہوئی یا نہیں امام نے سلام پھیرا تو سلام پھیرتے ہی گٹھری اٹھائی اور بیچنے کی چیزیں کھول کر بیٹھ گئے کیسی سنتیں اور کیسے نفل؟ یہاں تک دیکھا جاتا ہے کہ اگر چار رکعتیں امام کے ساتھ نہ ملی ہوں تو مال بیچنے کی جھک میں آدھے ہی منٹ میں کئی ہوئی ساری رکعتیں پڑھ لیتے ہیں' ایسے جلد بازی کے سجدوں کو حدیث شریف میں مرغے کی ٹھونگ سے تشبیہ دی ہے اور ایک شخص کو پیسے کمانا ہر ایک کا عمل اس کی نیت کے مطابق ہے۔

ان ہی کپڑا بیچنے والوں کو اگر اللہ والے سے تعلق ہو جائے اور عبادت کا ذوق نصیب ہو جائے تو صف اول کی اور تکبیر تحریمہ کی فکر میں اور زیادہ سے زیادہ ثواب کمانے کی جستجو میں لگ جائیں۔

اسی طرح حج کو لے لیجئے کسی کو حج کرنا ہے فرض ادا کرنے اور اللہ کی خوشنودی کے لئے' اور کسی کو حاجی صاحب کا لقب ملنے کے لئے دونوں کے طریقہ کار میں واضح فرق ہے جس نے اللہ کے لئے حج کیا ہو وہ زیادہ سے زیادہ حج کو فرائض اور واجبات و سنن و مستحبات کے ساتھ ادا کرے" اور خاموشی کے ساتھ اپنے گھر میں آکر مشاغل میں لگ جائے گا اس کے نفس میں ذرا سا بھی ابھار نہیں کہ لوگ مجھے حاجی صاحب کہیں۔ اس کے برخلاف وہ حاجی ہے جسے دکھاوا مقصود ہے وہ پہلے سے تار دے گا تاکہ ائرپورٹ پر اور اسٹیشنوں پر اس کا استقبال ہو اور اس کا متمنی ہو گا کہ لوگ گلے میں ہار ڈالیں اور نعرے لگیں پھر گھر میں آکر دعوتیں کرے گا لوگ جمع ہوں گے تعریفیں ہوں گی قصیدے پڑھے جائیں گے' استقبال کرنے والوں کو اور قصیدے پڑھنے والوں کو تبرکات سے محروم کر دیا جائے گا۔

جیسے ہی حج کر کے آئے نام میں "حاجی" لگالیا اور اپنی فرم کا نام بھی بدل دیا' پہلے ایم عبدالکریم تھے اب الحاج عبدالکریم ہو گئے' کہیں قصہ پڑھا تھا کہ ریل میں ایک مولانا سفر کر رہے تھے برابر میں ایک بڑے میاں بیٹھے تھے مولانا نے اس سے پوچھ لیا کہ آپ کا اسم شریف کیا ہے تو انہوں نے فرمایا احقر کو حاجی عبدالرحمن کہتے ہیں تھوڑی دیر میں حاجی صاحب نے مولانا کا نام پوچھ لیا تو مولانا نے فرمایا کہ احقر کو نمازی عبدالرحیم کہتے ہیں۔ حاجی صاحب بڑے چونکے اور کہنے لگے کہ میاں یہ نمازی بھی کوئی لقب ہے مولانا نے فرمایا کہ ایک حج کر کے آپ کے نام میں حاجی لگانا ضروری ہو گیا تو میرے نام میں نمازی لگانے پر کیوں ناگواری ہے میں تو روزانہ پانچ وقت نماز پڑھتا ہوں آپ نے تو ایک ہی بار حج کیا ہے ایک ہی بار حج کر کے حاجی ہو گئے کیا میں روزانہ پانچ وقت کی نمازیں پڑھ کر بھی نمازی نہ ہوا؟

ایک اور صاحب کا قصہ یاد آیا وہ حاجی تھے دو حج کئے تھے ایک مہمان آیا اپنے نوکر سے فرمایا کہ میاں مہمان کو اس صراحی میں سے ٹھنڈا پانی لا کر دو جو ہم پہلے حج میں لائے تھے اس طرح ریاکاری کر کے اپنے دونوں حج برباد کر دیئے۔

ہمارے ایک استاد کے تین لڑکے تھے ایک لڑکا عالم بھی تھا میونسپلٹی کا ممبر بھی تھا عام طور سے لوگ انہیں ممبر صاحب کہتے تھے اور دوسرا لڑکا قاری تھا لیکن تیسرا کچھ بھی نہ تھا اسے کسی لقب کی ضرورت تھی مجھ سے کہنے لگا کہ بھائی صاحب تو ممبر صاحب ہیں اور چھوٹا بھائی قاری صاحب ہے اور میں کچھ بھی نہ ہوا لہٰذا میں حج کے لئے آگیا تاکہ میں بھی کسی لقب کا مستحق ہو جاؤں' بتاؤ ایسا حج اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ کیسے ہو سکتا ہے جس کی ابتداء اور انتہاء میں نفس کا ابھار ہے اور نفس ہی کی پکار ہے۔

اب مالی اخراجات کو دیکھ لیں زکوٰۃ دینا تو فرض ہے اور اس کے علاوہ نفلی صدقات اور تبرعات بھی ہیں اس میں بھی لوگ بدنیتی کا شکار رہتے ہیں مدارس کے سفیر آئے ان کو زکوٰۃ کا مال دے دیا اب اپنی تعریف کے موڈ میں بیٹھے ہیں چاہتے ہیں کہ سفیر صاحب کچھ تو تعریف کر دیں اور اس کے بھی متمنی ہیں کہ مدرسے کی روئیداد میں ذرا جلی حروف سے ور بلند القاب کے ساتھ نام شائع ہو' ہندوستان کے ایک شہر میں ایک خان بہادر صاحب تھے ان کے پاس مظاہر العلوم سہارنپور کے ایک مدرس مدرسہ کا چندہ لینے کے لئے تشریف لے گئے خان بہادر صاحب نے رقم تو دے دی لیکن رسید

بک لے کر اپنا اسم گرام خود اپنے ہاتھ سے لکھا اور بڑے بڑے القاب تحریر فرمائے اگر مولانا لکھتے تو نام لکھ دیتے اور بہت سے بہت خان بہادر ساتھ لگا دیتے لیکن انہیں تو بڑے بڑی القاب لکھنے تھے مدرسہ کی روئیداد میں انہیں القاب کے ساتھ نام چھپنے کی آرزو تھی نفس بڑا مکار ہے بڑی ترکیبوں سے اپنی شہرت کے راستے نکالتا ہے مسجد بنادی تو اپنے نام سے مسجد کا نام رکھنے کا جذبہ' کسی مدرسہ میں طلبہ کے لئے کوئی حجرہ بنوادیا تو اس پر اپنے نام کا کتبہ لگانے کی فرمائش' مسافر خانہ بنادیا تو اس کے گیٹ پر بانی کا نام' نام نہ آئے تو ناراض' یہ یہ باتیں دیکھنے میں آتی ہیں درحقیقت یہ سب باتیں نیت کی خرابی سے پیدا ہوتی ہیں' اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو چھپکے اور چپکے سے خرچ کردیں اور ایسا خرچ کردیں کہ دایاں ہاتھ خرچ کرے تو بائیں ہاتھ کو خبر بھی نہ ہو جیساکہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

اب تصنیف و تالیف کو لے لو کوئی کتاب لکھتا ہے دین پہنچانے کے لئے اور کوئی لکھتا ہے حق تصنیف (رائلٹی) ملنے کے لئے' جس نے اللہ کے لئے کتاب لکھی ہے اس نے تاجروں کو دے دی جس کا جی چاہے چھپوائے اس کی کتاب خوب چھپتی ہے بار بار چھپتی ہے' اور جو شخص حق تصنیف بیچنے کی فکر میں ہو اس کا مسودہ دھرا ہی رہتا ہے مصنف کو کوئی تاجر حق تصنیف دینے کو تیار نہیں اور یہ پیسے لئے بغیر مسودہ حوالہ کرنے کو تیار نہیں لامحالہ مسودہ الماری میں بند کئے بیٹھے رہتے ہیں اگر اللہ کی رضا مقصود ہوتی تو پیسہ ملنے کی کیا طلب ہوتی اور سے ناشرین کے شکر گزار ہوتے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی پر اللہ کی بے اختیار رحمتیں ہوں انہوں نے کئی سو کتابیں لکھ دیں کسی سے کچھ بھی طلب نہ کیا خود چٹائی پر زندگی گزار دی اور تاجرین ان کی کتابیں شائع کرکے بڑے بڑے کوٹھی بنگلوں والے بن گئے۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث قدس سرہ بھی مؤلف تھے خوب کتابیں لکھیں کسی سے کوئی حق تالیف نہیں لیا کسی کتاب کے حقوق محفوظ نہیں تھے' ان کا اپنا ذاتی کتب خانہ بھی آباد تھا اس کے باوجود ہر شخص کو کتابیں چھاپنے کی اجازت تھی جہاں کہیں کسی کتاب کی شائع ہونے کی خبر ملتی بہت خوش ہوتے تھے' اب تو تاجروں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ بظاہر بڑے نیک ہیں ڈاڑھی بھی ہے اور کرتہ بھی' نماز روزہ بھی اور بزرگوں سے تعلق بھی' لیکن ان کی چھاپی ہوئی کتاب کوئی دوسرا شخص چھاپ لے تو فوراً" وکیل کا نوٹس' حقوق طبع محفوظ ہونے کی دھمکی' ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے خیال میں مبلغ اور داعی ہیں' لیکن دینی کتاب کوئی دوسرا چھاپ لے تو اس کی جان کے لئے مصیبت بن جاتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ مصنف کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا اور کتاب کے شروع میں دائمی حقوق اپنے نام چھاپ دئے' یہ سب دنیاداری کے جذبات ہیں اگر اللہ کی رضا مقصود ہو تو پھر کتاب چھاپنے والے کے شکر گزار ہوں کہ بھائی آپ نے اچھا کیا دین کی باتیں پہنچانے میں ہمارے معاون و مددگار ہو گئے۔

جہاد بھی افضل ترین عمل ہے لیکن جبھی افضل اعمال میں شمار ہے جب اللہ کی رضا کے لئے ہو' اگر چندے کرنا مقصود ہو' عہدوں کی طلب ہو' شہرت کا خیال ہو تو یہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے' ہر عمل کرنے والے کو اپنے عمل کا جائزہ لینا ضروری ہے' دینی علم حاصل کرنا بہت بڑے اجر کی بات ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع (جو علم کی طلب میں نکلا وہ واپس ہونے تک اللہ کے راستے میں ہے۔ نیز فرمایا من جاءہ الموت وھو یطلب العلم لیحیی بہ الاسلام فبینہ' وبین النبیین درجۃ واحدۃ (جو شخص اس لئے علم طلب کرتا ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرے اور اسی حال میں اسے موت آگئی تو جنت میں اس کے اور نبیوں کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ یہ تو اس کی فضیلت ہوئی جو علم طلب کرنے میں اچھی نیت کرتا' اب دوسرا رخ بھی دیکھ لیں فرمایا نبی رحمت ﷺ نے کہ جس نے اس لئے علم طلب کیا علماء سے مقابلہ کرے یا بیوقوفوں سے جھگڑے بازی کرے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے اللہ اسے دوزخ میں داخل فرمادے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس علم کے ذریعہ اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے جس کسی نے اس علم کو اس لئے حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ صرف دنیا حاصل کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔

آج کی صحبت میں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

●●

ذکر صالحین

تذکرہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

از حافظ سردار اکبر۔ مدرس دار الحفظ والتجوید۔ چارسدہ

اس دنیا میں انسان کی پیدائش کا مقصد ایمان کی حالت میں اپنے خالق حقیقی کو پہچانا ہے اور باعتبار آخرت وہی بندہ کامیاب و بامراد ہوگا' جس نے اس دارالامتحان میں اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کی اور جتنی بھی اپنے نفس سے دوری ہوگی' اپنے مولیٰ کا قرب نصیب ہوگا اور جو کوئی بھی نفس و شیطان کا مقابلہ کرکے اپنے مولیٰ کا ہولیوے' مولا بھی اسی کا ہولیتا ہے۔ ایسے ہی سعادت مندوں کو اگر آخرت میں ایک طرف نعمت ہائے جنت ملے گی تو دوسری طرف سب سے بڑی نعمت اپنے مولا کا دیدار نصیب ہوگا۔ دنیا میں ایسے ہی خوش نصیبوں کو "اولیاء اللہ" کے مبارک لقب سے نوازا گیا ہے۔ جن کے ساتھ دشمنی و بغض و عداوت کو اللہ رب العزت نے اپنے ساتھ لڑائی قرار دیا ہے۔ (اعاذنااللہ منہ) اور ان کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جیساکہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ بستان المحدثین میں تحریر فرمایا ہے کہ صالحین کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ بایں وجہ ہم سید السادات' سلطان العارفین' غوث الکاملین' اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا ذکر خیر کرتے ہیں کہ مولیٰ انہی کے طفیل اپنی معرفت کامل نصیب فرمائے۔

پیدائش' بچپن و تعلیم

اعلیٰ حضرت' شیخ العرب والعجم حاجی صاحب کی پیدائش ۲۲ر صفر ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۷ء کو بمقام نانوتہ ہوئی' والد ماجد نے امداد حسین نام رکھا تھا اور تاریخی نام ظفر احمد رکھا گیا تھا' لیکن شاہ محمد اسحاق صاحب نے آپ کو امداد الٰہی نام سے موسوم کرکے امداد اللہ کے لقب سے ملقب فرمایا۔ اور حضرت شاہ صاحب کی کرامت تھی کہ اسی لقب نے شہرت پائی۔

آپ کے دو بھائی آپ سے بڑے اور ایک آپ سے چھوٹا تھا اور ایک ہمشیرہ تھیں۔ ابھی آپ کی عمر تین سال کی تھی کہ حضرت سید احمد شہید کی آغوش میں دے دئے گئے اور انہوں نے آپ کو بیعت تبرک سے نوازا' سات سال کے ہوئے تو والدہ محترمہ انتقال کر گئیں' چونکہ والدہ ماجدہ کو آپ سے نہایت درجہ شفقت و محبت تھی' اس لئے آپ کے بارے میں وصیت فرمائی کہ میرے اس لاڈلے کو کوئی شخص ہاتھ نہ لگائے' چنانچہ اس وصیت کا اس درجہ لحاظ رکھا گیا کہ آپ کی تعلیم وغیرہ کی طرف بھی کسی نے توجہ نہ کی۔ لیکن چونکہ آپ کو مرجع الخلائق بننا تھا' اس لئے ابتداء ہی میں آپ کو حفظ قرآن کا شوق و ولولہ تھا' اگرچہ شروع کرکے

اس کی تکمیل میں عوارض پیش آتے رہے۔ یقین امداد الٰہی شامل تھی، اس لئے تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی تکمیل ہو گئی۔

١٢٤٩ھ میں جبکہ عمر مبارک سولہ سال تھی، مولانا مملوک علی کے ہمراہ دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا اور علوم ظاہری کی تحصیل شروع فرمائی۔ ابھی کچھ ابتدائی کتب فارسی و عربی، صرف و نحو ہونے پائی تھی کہ علوم باطنیہ کی طرف کشش ہوئی، چنانچہ اس سے قبل کہ علوم ظاہری سے فراغت ہو، دوسرے علوم کی طرف انجذاب ہوا اور اٹھارہ سال کی عمر میں شیخ وقت مولانا نصیر الدین صاحب نقشبندی کے دست مبارک پر بیعت کی اور چند ہی روز بعد خرقہ اجازت سے مشرف ہوئے اور بعد ازاں مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا محمد قلندر صاحب سے شروع فرمائی اور حصن حصین و فقہ اکبر کی تعلیم مولانا عبدالرحیم نانوتوی سے حاصل فرمائی۔

میاں جی نور محمد جھنجھانوی سے بیعت

کچھ عرصہ بعد آپ نے خواب میں دیکھا کہ سرور کونین ﷺ کی مجلس آراستہ ہے، آپ حاضر ہونا چاہتے ہیں لیکن غایت ادب سے قدم آگے نہیں بڑھتا، اچانک آپ کے جد امجد حافظ بلاقی تشریف لائے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ نبوی میں پہنچایا۔ آنحضرت ﷺ نے دست مبارک میں آپ کا ہاتھ لے کر میاں جی نور محمد جھنجھانوی کے حوالے فرمایا، فرماتے ہیں، جب میں بیدار ہوا تو پریشانی کا عجیب عالم تھا کہ نہ میاں جی سے تعارف، نہ جھنجھانہ سے واقفیت۔ آخر کئی سال اسی طرح گزر گئے ایک دن آپ کے استاد مولانا قلندر صاحب نے اضطراب دیکھ کر فرمایا "تم لوہاری جاؤ" اور میاں جی کی خدمت میں حاضر ہو، شاید تمہارا اضطراب کم ہو۔ چنانچہ فوراً ہی لوہاری کا راستہ اختیار فرمایا۔ حضرت شیخ کی زیارت کرتے ہی فوراً" قدموں میں گر گئے۔ حضرت شیخ نے قدموں سے سر اٹھایا اور سینہ مبارک سے لگا کر فرمایا کہ تمہیں اپنے خواب پر کامل وثوق ہے۔ یہ حضرت شیخ کی پہلی کرامت تھی، جس نے آپ کے قلب کو اور بھی زیادہ مائل کر دیا۔ چند ہی روز بعد خرقہ خلافت سے نوازے گئے۔

زیارت حرمین شریف

اس کے بعد آپ پر ایک جذب کا اثر ہوا اور اس میں ایک تاثیر ایسی بڑھی کہ آبادی سے نفرت و وحشت ہونے لگی اور پنجاب کے صحرا کو مسکن قرار دے دیا آٹھ آٹھ دن فاقہ کی حالت میں ایسے گزارتے تھے کہ ذرہ برابر کوئی چیز حلق میں نہ جاتی تھی۔ چھ ماہ تک یہ صحرا نوردی رہی اور ١٢٦٠ھ میں زیارت فخر موجودات ﷺ سے فیض یاب ہوئے اور آقا کی طرف سے مژدہ ملا "تم ہمارے پاس آؤ"۔ بس یہ سننا تھا کہ مدینہ منورہ کے اشتیاق نے غلبہ پکڑا اور بالآخر ٨ ذی الحجہ ١٢٦١ھ کو جدہ پہنچے اور براہ راست عرفات تشریف لے گئے اور فراغت حج کے بعد حضرت شاہ اسحٰق مہاجر کی وغیرہ کے فیوضات سے متمتع ہوتے رہے۔ شاہ صاحب نے وصایا فرمائیں کہ اپنے کو کمترین مخلوقات سمجھنا اور قوت حرام و مشتبہ سے بچنا اشد ضروری ہے کہ یہ ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ مدینہ پاک کی زیارت کے بعد واپسی ہند ضروری ہے۔ چنانچہ سید قدرت اللہ شاہ صاحب کے مریدوں کے ہمراہ قبہ خضراء کی زیارت کے بعد وہاں کی فیوضات سے بھی متمتع ہوئے۔ اس دوران روضۃ من ریاض الجنۃ میں مراقبہ کی حالت میں زیارت اقدس سے منور ہوئے اور عمامہ سر پر رکھایا۔ مدینہ منورہ میں ایک دوسرے بزرگ حضرت شاہ غلام مرتضیٰ صاحب سے بھی قیام کا اشتیاق ظاہر فرمایا شاہ صاحب نے بھی یہی مشورہ دیا کہ فی الحال ہندوستان واپس ہوں۔ پھر انشاء اللہ مدینہ واپسی ہوگی چنانچہ ١٢٦٢ھ کو آپ ہند واپس ہوئے۔

بیعت طالبین

اعلیٰ حضرت گمنامی کے ساتھ زندگی گزارنے کی طرف راغب تھے، اس لئے ہمیشہ اپنے آپ کو چھپائے رکھا" لیکن مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" خدائی مخلوق نے جب سائی کو فخر سمجھا لیکن آپ تواضع و انکسار کے ساتھ انکار فرماتے رہے آخر اشارات غیبی نے مجبور کیا تو مجبوراً حضرت نے اخذ بیعت شروع فرمائی۔ چنانچہ طالبین کا ہجوم دن بدن بڑھتا گیا اور آپ توکل کے وسیع خوان پر مہمانوں کی ضیافت فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی بھاوج نے پیغام بھیجا کہ خود آپ کا توکل پر گزارہ ہے۔ اگرچہ نو وارد مسافر آپ پر بار نہ ہوں، لیکن میری غیرت یہ تقاضا نہیں کرتی کہ اس خدمت سے چشم پوشی کروں اس لئے آج سے جتنے مہمان آئیں، ان کی اطلاع فرمایا کریں، دونوں وقت کا کھانا ہمارے ہاں سے ہی آئے گا۔ اعلیٰ حضرت نے اول تو انکار فرمایا کہ میرے مہمانوں کا حق مجھ ہی پر ہے۔ لیکن آخر اپنی بھابھی کے اصرار پر جو سراسر اخلاص پر مبنی تھا، قبول فرمایا اور اسی روز سے دونوں وقت کا کھانا، وہیں سے آنے لگا اور بھاوج صاحبہ کبھی تنگ دل نہیں ہوئیں۔

ایک دن اعلیٰ حضرت نے خواب میں دیکھا کہ بھاوج صاحبہ کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لے آئے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا۔ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔ اس کے مہمان علماء ہیں، اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ اعلیٰ حضرت کے اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت اقدس امام ربانی رشید احمد گنگوہی سے شروع ہوئی کہ علماء میں سب سے پہلے آپ ہی اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور حضرت مولانا اس خواب کی تعبیر میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے وعدہ فرمایا کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے جملہ متوسلین (بلا توسط ہوں یا بتوسط) سوئے خاتمہ سے محفوظ اور اتباع شریعت کے زیور سے آراستہ رہیں گے، انشاء اللہ ادنیٰ سے ادنیٰ کا بھی خاتمہ برا نہ ہوگا۔

چنانچہ بقول مصنف "تذکرۃ الرشید" اس رویائے صادقہ ہی کا ثمرہ تھا کہ تخمیناً سات آٹھ سو علماء سے زیادہ اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں۔

واقعہ جنگ آزادی، آپ پر الزام بغاوت

ہجرت و شادی

١٨٥٧ء میں ہندوستان میں جنگ آزادی کا واقعہ پیش آیا۔ رعایا نے گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم بلند کیا۔ فوجیں باغی ہوئیں، حاکم کی نافرمان بنیں، قتل و قتال کا بازار گرم ہوا اور تھانہ بھون میں فساد کا مشہور واقعہ، شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں بدامنی پھیل گئی۔ اس دوران گورنمنٹ کی طرف سے بذریعہ اشتہار اطلاع دے دی گئی کہ باغیوں کے باعث گورنمنٹ نے اپنا امن اٹھالیا ہے، ہر شخص کو اپنی اپنی حفاظت خود کرنی چاہئے۔ چنانچہ تھانہ بھون کے لوگ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بلا کسی حاکم کے گزارہ دشوار ہے۔ چنانچہ آپ ہمارے دینی سردار ہیں، اس لئے دنیاوی نظام حکومت کا بار بھی اپنے سر رکھیں، چنانچہ حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے ہمراہ یہیں رہ کر چند روز تک قاضی شرع بن کر دیوانی و فوجداری کے جملہ مقدمات کا شرعی فیصلہ فرماتے رہے۔ اسی قصہ نے آپ کو مفسدوں میں شمار ہونے کی خبر مشہور کی۔ چنانچہ غدر کا قصہ جب ختم ہوا اور ١٨٥٩ء میں گورنمنٹ نے دوبارہ غلبہ پایا، تو مفسدوں کے ساتھ شریک ہونے کے جرم میں آپ تینوں کے نام وارنٹ گرفتاری جاری ہوا، اور اسی دوران اعلیٰ حضرت نے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور چند ماہ انبالہ، پنجلاسہ وغیرہ قصبات میں رہ کر براستہ سندھ و کراچی عرب کا راستہ لیا، کچھ عرصہ بعد وہیں اشارہ غیبی اس امر کی طرف متوجہ ہوا کہ عارف کو کسی سنت نبوی کا ترک نہیں کرنا چاہئے اس لئے نکاح بھی ضروری ہے، اسی وجہ سے ٢١ رمضان المبارک ٨٢ھ کو بی خدیجہ بنت حاجی شفاعت خان مرحوم رامپوری سے بعوض ایک سو پچیس روپیہ سے زائد پر نکاح کیا اور ١٢٩٣ھ میں خدام نے ایک مکان حارۃ الباب میں خرید کر خدمت میں پیش کیا۔ حضرت کا دل جو ہر وقت اپنے آپ کو مسافر خیال کرتے تھے، اس کو پسند نہیں کرتے تھے، لیکن خدام کے بے حد اصرار پر آپ کو قبول فرمانا پڑا۔

کرامات

کرامت اس خرق عادت کا نام ہے جو متبع سنت، کامل التقویٰ، مومن سے صادر ہو، کرامت کے لئے ضروری نہیں کہ اس ولی جو مظہر کرامت بنا ہے، اس کا علم بھی ہو اور نہ یہ لازم ہے کہ قصد و ارادہ اس کے ساتھ متعلق ہو۔ پھر کہیں علم و قصد دونوں ہوتے ہیں، کہیں ایک بھی نہیں ہوتا کہیں علم ہوتا ہے، قصد نہیں ہوتا، کرامت کی دو قسمیں ہوتی ہیں حسی، معنوی۔ عوام چونکہ حسی کو جانتے ہیں اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں، اس لئے کرامت گویا انہیں ظاہری امور کا نام ہو گیا ہے، جو قانون عادت سے خارج اور

صورتیں عجیب ہیں' مثلاً پانی پر چلنا' ہوا پر اڑنا وغیرہ' لیکن خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے' جیسے شریعت پر مستقیم رہنا' مکارم اخلاق کا خوگر ہونا' نیک کاموں کا بے تکلف صادر ہونا' یہی وہ کرامت ہے جس میں استدراج کا کوئی احتمال نہیں۔

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی یہی کرامت کچھ کم ہے کہ آپ پوری زندگی میں اپنے سچے خدا کے ہو لئے تھے' اور اپنے سچے آقا' آقائے نامدار سرور کائنات ﷺ کے عمر بھر سچے عاشق رہے' تاہم کرامات کے سلسلے میں ہم صرف دو واقعات پر اکتفا کرتے ہیں۔

ایک دفعہ حاجی صاحب کے بہت سے مہمان آ گئے۔ کھانا کم تھا حاجی صاحب نے اپنا رومال بھیج دیا کہ اس کو ڈھانک دو' چنانچہ کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے کھایا اور کھانا بچ رہا۔

۱۸۵۸ء میں جب کہ آپ کے نام وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے تھے۔ آپ پنجلاسہ میں راؤ عبداللہ خان کے اصطبل میں مقیم تھے' چنانچہ انگریز کلکٹر خود وہاں آ پہنچا اور کہنے لگا کہ آپ کے پاس عمدہ گھوڑے ہیں' ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اصطبل کا دروازہ کھولا گیا' بستر لگا ہوا اور مصلیٰ بچھا ہوا ہے' وضو کا لوٹا رکھا ہوا' اور پانی سے زمین تر تھی' مگر حاجی صاحب غائب' اور کلکٹر صاحب ناکام واپس ہوا اور پھر اصطبل میں دیکھا تو حاجی صاحب کو مصلے پر پایا گیا۔

ملفوظات و ارشادات و وفات

(۱) فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنا بندہ نہیں خدا کا بندہ بنانا چاہتا ہوں۔ (۲) ایک مرتبہ فرمایا کہ میں لوگوں کے معتقد ہونے سے تنگ ہو گیا' خدا کی قسم دل سے چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے ملحد اور زندیق سمجھ کر چھوڑ دیں' تاکہ میں فارغ ہو کر محبوب میں مشغول رہوں تمہارے اعتقاد نے میرے اوقات کو خراب کر رکھا ہے۔ (۳) فرمایا کرتے تھے کہ دل مکہ معظمہ میں رہے اور جسم ہندوستان میں۔ (۴) فرمایا کرتے تھے کہ ٹھنڈا پانی پیو' تاکہ روئیں روئیں سے الحمدللہ نکلے۔

بالآخر چوراسی سال' تین ماہ' تیس روز' اس عالم تاریک کو منور فرما کر ۱۲' ۱۳ جمادی الآخری ۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۹ء کو آپ اس دارفانی سے رحلت فرما گئے اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی قبر کے متصل دفن ہوئے۔

ناظرین کرام! ہم نے حاجی صاحب کا ذکر حصول برکت کے لئے کیا ہے' اس لئے یہ بہت ہی مختصر ہے' کسی نے اپنی روح کی پیاس بجھانی ہو تو انوار اصفیاء' بیس بڑے مسلمان' تذکرۃ الرشید' تاریخ مشائخ چشت' حیات امداد' امداد المشتاق وغیرہ کتب میں اعلیٰ حضرت کی مکمل سوانح مطالعہ کریں۔

فحاشی اور عریانی

تحریر: جناب اکرام الحق جاوید چیئرمین تحریک انسداد فحاشی۔ راولپنڈی

ننگی عورتیں

دوستی' عاشقی' آوارگی' محبت بھرے ما مشتقیہ ٹیلیفون بھر شاری' کیٹول شو' فیشن شو' بیوٹی پارلر' ٹیڈیل فلمی ستارے' میوزیکل گروپ' بریک ڈانس' مخلوط محفلیں' مخلوط ملاقاتیں' بلیو پرنٹ' بوس و کنار' رنگ رلیاں' جنسی بلیک میلنگ اور جسموں کا ملاپ (زنا) یہ تمام خطرناک رجحانات فحاشی و عریانی کا فطری نتیجہ ہیں۔ جو مسلم معاشرے کی نہیں فرنگی تہذیب کا حصہ اور ضرورت ہیں۔ مگر بدقسمتی سے ہم پاکستانی قوم نے اسے امارت کے اظہار' تہذیب' فیشن' فرینڈ شپ ماڈرن ازم' لبرلی' ایجوکیشن اور انڈراسٹینڈنگ کا نام دے کر قبول کر لیا ہے۔ اور آج ہمارے وطن عزیز میں صنف نازک نے مخنث چال مردوں کے شانہ بشانہ اپنا کردار ادا کرنے کی آڑ میں پردہ ترک کر دیا۔ جسے وہ ترقی کی دوڑ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتی ہے۔ ستم تو یہ ہے کہ خاندانی گھریلو اور پاکباز خواتین بھی غیر ضروری طور پر ان کے ساتھ شامل ہو گئیں۔ جب سر ننگا ہوا تو پھر آنکھوں سے حیا بھی گئی اور شخصیت کا وقار بھی' وہ بازار میں نکلے یا دفتر جائے ہوسناکوں کی نظروں کا نشانہ بننے کی خواہش میں فل میک اپ' چست لباس' کھلے ریشمی بال' اور اٹکھیلیاں کرتا ہوا پرکشش جسم بھوکی نگاہوں کو جنسی اشتعال دلانے کا سامان مہیا کرتا ہے۔ وہ جہاں سے گزرتی ہے شیطان کی بیٹی بن کر دعوت نظارہ دیتی اور للچائے ہوئے دلوں پر چال و جمال کے چرکے لگاتی جاتی ہے۔ اسے یہ حق کس نے دیا؟! سے آزادی کا یہ مفہوم کس نے سمجھایا؟! سے خاندانی وقار کو خاک میں ملانے اور معاشرے کی بربادی کا یہ موقع کس نے فراہم کیا؟ "یقیناً" ہم مردوں نے۔ ہم باپ' ہم شوہر' ہم بھائی اور ہم بیٹے ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔

آپ اگر باپ ہیں تو

آپ صاحب اولاد ہیں باپ کی حیثیت سے اپنی اولاد کی تربیت آپ پر فرض ہے آپ بھی جانتے ہوں گے کہ کنبہ کے سربراہ کی حیثیت سے قیامت کے روز آپ کو اپنی اولاد کے قول و فعل کردار اور اس کے گناہوں کے بارے میں ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔ جواب نہ بن پڑا تو عذاب آپ ہی کو بھگتنا ہے اور یہ مال و دولت جو آپ صرف اولاد کے لئے کما رہے ہیں کسی بھی کام نہیں آئے گا۔

○ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ دوسروں کی طرح کہیں آپ کی اولاد بھی عریانی و فحاشی کی دلدادہ تو نہیں؟

○ کیا ایسا تو نہیں آپ کے بیٹے بیٹیاں "معصومیت" کی آڑ میں خانہ سوسائٹی کا شکار ہوں؟! اور آپ کو جھوٹی تسلی دی جاتی ہو۔

○ کیا ایسا تو نہیں آپ باہر عزت بناتے پھر رہے ہوں اور آپ کی صاحبزادیاں (خدا نخواستہ) اس کو خاک میں ملاتی پھر رہی ہوں؟

آپ "یقیناً" کہہ دیں گے۔ کہ نہیں ہرگز نہیں۔ میری اولاد ایسی ویسی نہیں ہے۔ ہر باپ کا جواب اگر یہی ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ۔

○ یہ اولاد کس کی ہے جو گلی محلوں' کوٹھیوں' گھروں' ہوٹلوں اور ہوسٹلوں میں دوستانی زندگی گزار رہی ہے؟!

○ کس کی ہیں یہ بیٹیاں جو ہر روز نیا بستر بدلتی ہیں؟؟

○ وہ کس کی عزت ہیں جو ہر رات باپ کے سفید اور بلند شملے پر ایک دھبے کا اضافہ کرتی ہیں؟؟

○ وہ کس کی صاحبزادیاں ہیں جو ٹیلی فون پر "بس اسٹاپوں" جائے ہوٹلوں میں ایک اشارے کی منتظر رہتی ہیں۔

○ وہ کس کے دل کا قرار ہیں جو منتظر ہیں کہ کوئی آئے اپنی

آتش ہوس بجھائے اور ان کا یہ لوگوں کی مسکراہٹ سے کرتا ہے۔

بے غیرت باپ بھی "ٹیلیا" اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔ بے خبری اور اندھے اعتماد نے انہیں "کنجر" اور "دلال" بنا رکھا ہے آپ ایک غیرت مند باپ ہیں تو آپ کو شفقت پدری کی عینک اتار کر اپنے گھر کی عفت و عصمت کا غیرجانبدار جائزہ لینا ہوگا ایک غیرت مند' بکردار اور باعزت باپ وہی ہو سکتا ہے۔ جس کی اولاد اس کے قابو میں ہے۔ کیا آپ اس سے لاعلم ہیں کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ اور حالات کے پھول قدم قدم پر جنسی لڑی میں پروئے جانے کے لئے بے تاب ہیں۔ آپ اگر گھر میں فساد کے خوف سے جان بوجھ کر آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ آپ معاشرے اور اسلام دونوں کے مجرم ہیں۔ آپ کی عبادت سے نہ گھر سے باہر فائدہ اور نہ تہجد گزاری کا اہل خانہ پر کوئی اثر' یہ عبادت اکارت جا سکتی ہے!!! باپ بن کر پہلے اولاد پر کڑی نظر رکھنے کا فرض نبھائیے پھر بعد میں آپ دکاندار' تاجر اور افسر ہیں۔ شبخون ماریئے!!! اور باپ بن کر معاشرہ سدھارنے میں اپنا کردار ادا کیجئے!!! اپنی کوتاہیوں پر نادم ہو کر اللہ سے معافی اور مغفرت طلب کیجئے!!!

بھائی بن کر سوچیں!!!

یوں تو ہر لڑکی آپ کی بہن لگتی ہے لیکن اس رشتے سے آپ کے گھر میں بھی چند ذمہ داریاں ہیں آپ کے بہن بھائی کیا کرتے ہیں؟ کچھ خبر اس کی آپ کو بھی ہے؟ خود غرضی کی زندگی گزارنا بہت آسان ہے۔ لیکن بہنوں کے بھائی اگر لاپرواہی کی زندگی گزارنے لگیں تو پتہ ہے لوگ اس بھائی کو کیا کہتے ہیں؟ آوارہ اچھے پر کرنے کی عادت اور حوصلہ پیدا کیجئے! گلی محلے میں آپ کے بہن بھائیوں کی کیا شہرت ہے؟ اگر بھی بہنیں کچھ ہیں تو نوجوان کن لڑکیوں کے ساتھ جشن منانے کی باتیں کرتے ہیں!

بہنوں کو تو قتل نہیں۔ ان کی اصلاح کیجئے بھائیوں کو روکیے [illegible] بہنوں کو پردہ کرنے کا حکم دیجئے۔ بلاوجہ اندھے [illegible] نہیں آنے جانے سے روکیے۔ گلی محلے میں نور رکھئے۔ آپ کسی کی بہن پر بری نظر ڈالیں گے تو سوچ لیجئے کوئی آپ کی بہن کو بھی تاڑ رہا ہو گا۔

نام کے شوہر!

آپ کی اپنی بیوی ہے۔ جو آپ کے وقار' مفادات اور آپ کی آبرو کی محافظ ہے۔ آپ کے سسرال نے اسے گھر میں بسانے کے لئے آپ کے ساتھ بھیجا۔ آپ اس سے آدھا گھر اور آدھا بازار بسانے لگے ہیں۔ اسے تو بن سنور کر اپنے گھر میں اپنے مجازی خدا کو خوش رکھنا ہے آپ خوشی میں آکے اور اسے قربانی کی گائے کی طرح سجا کر بازار میں نکل کھڑے ہوئے۔ بازار والے کبھی آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی آپ کی دلہن کو کیا یہ ازدواجی زندگی ہے؟ جسے چھپا کر رکھنا تھا اسے آپ بازار میں دلال بنا کر تعریف کی بولی لگوانے کے چکر میں ہیں۔ کبھی آپ نے سوچا کہ لفنگوں کی بری نظریں سہنے کے کرب میں آپ اپنی شریک حیات کو کیوں مبتلا کر رہے ہیں۔ وہ تو آپ کی شریک سفر ہے۔ آپ کے دوستوں' دکانداروں اور راہ گیروں کی نہیں۔ وہ آپ کے گھر کی چاندنی اور آپ کے دل کی روشنی ہے اسے پردہ کرائیے۔ یوں سربازار اپنی عزت نیلام نہ کیجئے!!! دوستوں پر اپنا رعب اور دھاک بٹھانے کے لئے صنف نازک کو استعمال نہ کیجئے۔ کوئی جوہر خود میں ہے تو اس کا مظاہرہ کیجئے۔ غیرت مند شوہر آج کی اشد ضرورت ہے۔

تو تو بیٹے ہو!

آپ اگر گھر میں سب سے چھوٹے اور کماؤ پتر ہیں تو آپ کا بھی فرض ہے کہ اپنے گھر کے معاملات پر نظر رکھیے!!! اپنی ماں' اور بڑی بہنوں کی نگرانی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں یہ دیکھنا بھی ہو گا کہ آپ کے گھر پر کوئی نامحرم تو نہیں آ رہا۔ اگر آپ کماتے بھی نہیں ہیں تو پھر گھر کے اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں؟ کیا کہیں عورت کی آڑ میں جسم تو نہیں بکتے۔ والدین بے غیرت ہو جائیں تو اولاد کو غیرت نہیں چھوڑنا چاہیے۔

یہ مائیں بہنیں بیٹیاں!!!

عورت کے چار روپ ماں' بہن بیٹی اور بیوی ہمارے معاشرے کی ساکھ ہیں وہ ہر رنگ میں قابل احترام ہے مگر اس کی فحاشی و عریانی کی طرف آمادگی اور رغبت قوموں کے لئے بحران اور نئی نسل کے لئے المیہ ہوتی ہے۔ فیشن کی رو میں بہہ کر بوڑھیوں نے بھی برقعے اتار ڈالے اور جھریوں بھرے والے منہ پر غازہ مل لیا۔ کپکپاتے ہونٹ رنگین کر لیے۔ رعشہ زدہ ہاتھوں پر مہندی سجالی۔ موت پوت کو کیا روکیں گے۔ ساڑھیاں باندھ کر خود جسموں کی نمائش کرنے پر تل گئیں۔ گھروں میں روک ٹوک ڈانٹ ڈپٹ اور پوچھ گچھ کا سلسلہ جب سے ختم ہوا۔ عورتوں نے شرم و حیا کے تمام زیور اتار کر پھینکے ہوٹلوں' گھروں اور دفتروں تک میں موسیقی' فلم بینی' اور بلیو پرنٹ گفتگو کے موضوع ہوتے گئے۔ اب عورتیں مل کر اولاد کی فکر نہیں کرتیں' رات کو دیکھی جانے والی فلموں پر تبصرہ کرتی ہیں۔ ہم وہ مائیں کہاں سے لائیں جو قرآن پڑھتی تھیں۔ چکی پیستی تھیں اور ان کے بطن سے سید عبدالقادر جیلانیؒ جنم لیتے تھے۔ آپ کا آئیڈیل تو حضرت فاطمہؓ کی زندگی ہونی چاہیے تھی۔ کیا آپ نے تو ضرورت سے زیادہ فیشن کر کے ننگے سروں بازاروں میں نکل کر غیر محرموں کو مائل کرنے اور اپنی مسکراہٹوں کا جادو کر کے تمام ماحول چوپٹ کر ڈالا۔ جب کسی کے گھر فون کی گھنٹی بجی تو مردوں کے ہوتے ہوئے لڑکیاں فون اٹھائیں؟ کیوں آخر جب دستک ہوئی تو حسن کا سراپا دروازے پر آ گیا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے ماؤں میں عصمت کی قدر و قیمت ہو تو وہ گوارا نہ کریں۔ اب تو مغربی معاشرہ بھی عریانیت اور بے حیائی سے تنگ آ چکا ہے خدارا آپ بھی باز آ جائیں۔ پردہ تو آپ ہی کو کرنا ہے۔ مردوں کو تو نہیں۔ حیا آپ کے لئے بنی ہے وہ مردوں کے لئے نہیں پردہ کیجئے!!! پورا پردہ' جس کا حکم قرآن اور نبی کے فرمان میں ہے۔ بچیوں اور بہنوں کو بھی اسی طرح پردہ کرائیے۔ ورنہ اللہ اور اس کے رسول نے ان عورتوں پر لعنت ڈالی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت کی خوشبو میلوں تک جائے گی لیکن عریانی پھیلانے والی عورتیں اس خوشبو سے محروم رہیں گی۔

- آپ جانتی ہیں کہ بے حجابی بے حیائی کو اور بے حیائی زنا کو جنم دیتی ہے۔ اور پھر یہ کام شرفاء کے خاندان کی بیٹیوں کا نہیں طوائفوں اور کنجریوں کا ہے۔ پردہ کر کے اور بے حیائی چھوڑ کر شریف زادی ثابت کیجئے!!! خود پردہ کیجئے! پردہ کو رواج دیجئے۔

فحاشی اور عریانی کے خلاف جہاد' آپ بھی حصہ لیجئے

فحاشی و عریانی کے خلاف جہاد وقت کی اہم ضرورت ہے گلی محلوں میں ویڈیو کا گھناؤنا کاروبار ہمیں اور اصلاح احوال کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس دور میں عریاں فلم نہایت سستی چیز ہے۔ اس رجحان کی کوشش کا نام جہاد ہے ورنہ جس معصوم ذہن پر ننگی عورت و مرد کے نقش جم گئے۔ وہاں قرآنی آیات کا اثر نہیں ہوتا۔ یہ سماجی برائی اجتماعی طور پر بھی کی جاتی ہے۔ چند لوگ کرائے نقد جمع کر کے ٹی وی اور وی سی آر پر ایسی ننگی فلمیں دیکھتے ہیں فحش فلموں کا مستاجر کاروبار ختم ہی اور دردمند افراد کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ نئی نسل کو بلیو پرنٹ سے بچانے کے لئے حکمت عملی تیار کیجئے۔

جب برائی کھل کر سامنے آنے لگی ہے تو اس کا تدارک بھی کھل کر ہونا چاہیے۔ تحریک انسداد فحاشی میں شامل ہو کر اس ملک گیر تنظیم کو فعال بنائیے۔ خود اپنے اہل خانہ اور احباب کو شامل کیجئے۔ اگر آپ کے قصبے شہر یا گاؤں میں تنظیم قائم ہے تو اس میں شرکت کیجئے۔ ورنہ قریبی شہر میں رابطہ کریں اگر وہاں تنظیم قائم نہیں ہوئی تو فوری طور پر چیئرمین تحریک انسداد فحاشی پاکستان پوسٹ بکس ۲۳۰

بقیہ: کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

جس جگہ جان تمنا سب طرح پامال ہے
مرقد ہیں وہ تمہیں دکھلا کے گل کہنے لگے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو موت کو یاد کرنے اور آخرت کی فکر نصیب فرمائے اور حضور ﷺ کی غلامی میں زندگی بسر کرنے کی بھی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

وقت طلوع دیکھا وقت غروب دیکھا
اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

نئی تہذیب کے بھنور

منظور انور

میری باتیں سن کر بوڑھے حیات نے خالی مشکیزہ کندھے سے اتارا اور بولا۔ آپ پہلے انسان ہیں جس نے مجھ سے پوچھا ہے کہ میں اس بوڑھاپے میں کس مجبوری کے تحت ڈیڑھ دو من پانی کا مشکیزہ اٹھائے گھر گھر پھرتا ہوں"۔

وہ میرے پاس بیٹھ گیا' ذرا کھانسا اور ہانپتی ہوئی سانسوں کو سنبھال کر بولا۔

جب سے ہوش سنبھالا ہے اس دنیا میں اپنے آپ کو تنہا پایا ہے جب جوان تھا تو دو من کا مشکیزہ پیٹھ پر اٹھائے تیسری اور چوتھی منزل کی سیڑھیاں چڑھا کرتا تھا۔ کبھی کبھی خیال آتا تھا کہ ایک روز جوانی کا زعم ختم ہو جائے گا اور یہ مشکیزہ اٹھا کر دو قدم بھی نہیں چل سکوں گا اس خیال سے دل بجھ سا جایا کرتا تھا' لیکن پھر خیال آ جاتا کہ میرے تین بیٹے ہیں' وہ مجھے بڑھاپے میں تھام لیں گے وہ تو مجھے باہر بھی نہیں نکلنے دیں گے۔

میں اپنی جوانی کا خون پسینہ ان بچوں کو جوان کرنے میں صرف کرتا رہا۔ آخر وہ وقت آ گیا کہ میں انہیں جوان کر کے خود بوڑھا ہو گیا' مگر خواب جو جوانی میں دیکھے تھے بکھر گئے' میرے تینوں بیٹے ساتھ چھوڑ گئے اور میں تنہا رہ گیا۔ میں اپنے بچوں سے بھیک نہیں مانگنا چاہتا تھا۔ جب بھی انہیں بڑھاپے کا واسطہ دیا انہوں نے پاگل اور خبطی کہہ کر دھتکار دیا۔ میری نجات کی دو ہی راہیں تھیں۔ ایک خود کشی اور دوسری مشقت' میں نے مشقت والی راہ اختیار کر لی۔ اب اسی راہ پر چلا جا رہا ہوں اور مرتے دم تک اس راہ سے نہیں نکلوں گا۔

سڑک پر ایک جوان سال مزدور' ٹھیلا کھینچے جا رہا تھا۔ ٹھیلے پر کوئی دس بارہ من وزن لدا ہوا تھا حیات بابا نے آہ بھر کر کہا۔

میں بھی جوانی میں اسی طرح مشقت کیا کرتا تھا' میں جانتا تھا کہ یہ مزدور یہ لاتعداد مشقت اپنے بچوں کے لئے کر رہا ہے اس کے ذہن میں ایسی امیدیں ہیں جو اسے تھکنے نہیں دیتیں مگر اسے معلوم نہیں کہ جب اس کے بچے جوان ہو جائیں گے تو اس کی امیدیں بوڑھی ہو کر دم توڑ جائیں گی۔

حیات بابا میں نے کہا ہو سکتا ہے کہ آپ کے بیٹے اس قابل ہی نہ ہوں کہ آپ کو مالی سہارا دے سکیں۔

بوڑھے بہشتی نے کچھ ایسے انداز سے کندھا اچکایا جیسے جھینپ رہا ہوں یا اسے خدشہ ہو کہ میں اس بات پر یقین نہیں کروں گا کہنے لگا "آپ میری اس بات کو کس طرح سچ مانیں گے کہ میرا ایک لڑکا سرکاری افسر ہے اور دوسرے دو فلور مل آجر ہیں میرے بیٹے اس قدر اونچے مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ جہاں سے انہیں پاگل بوڑھا نظر آتا ہوں' میں ان کے نام پر دھبہ ہوں جب کبھی گیا ہوں انہوں نے مجھے دھتکار کر اپنے نام سے یہ دھبہ دھو ڈالا ہے۔ میں بھی انہیں رسوا نہیں کرنا چاہتا وہ آخر میرے بیٹے ہیں میں نہیں چاہتا کہ کوئی انہیں بہشتی کہے۔ سوائے چند ایک پرانے جاننے والوں کے کسی کو علم نہیں کہ حیات بابا ان تینوں کا باپ ہے جن کے گھروں میں دو دو نوکر کام کرتے ہیں میں عمر کی منزل کے قریب پہنچ گیا ہوں۔ یہی فخر کیا کم ہے کہ میں بوجھ اٹھا اٹھا کر اور فاقے کر کر کے تین انسانوں کو خوش حال بنا چکا ہوں"۔

اس نے مشکیزہ کندھے پر رکھا اور بوجھل رفتار انداز سے چل پڑا وہ تو چلا گیا لیکن میرے ذہن میں ایسا سوال چھوڑ گیا جو ہمارے آج کے معاشرے کا افسوس ناک مسئلہ ہے۔ آج کی نئی پود پرانی اقدار سے بیزار ہو کر تہذیب جدید کی جھوٹی چمک' مادیت پرستی اور نمود و نمائش میں اس قدر ڈوب گئی ہے کہ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ ان کے پالنے پوسنے والے در در بھیک مانگتے پھر رہے ہیں۔ یہ مسئلہ ہمیں جگہ جگہ نظر آتا ہے فٹ پاتھوں پر' چلچلاتی دھوپ میں ڈنڈیاں چلانے والے جاڑے میں' ٹھنڈے سڑے پھلوں چنے اور مربے کے خوانچے لگائے ضعیف بوڑھے' گلیوں کی نکڑوں پر جھونپڑیوں میں' اونچے اونچے مکانوں کے سایہ میں' گلیوں میں لیٹے ہوئے ہڈیوں کے ڈھانچے سوسائٹی کے چہرے پر زہر آلود طنز بنے نظر آتے ہیں' ہر بوڑھے کی کہانی مختلف ہے' ہر کہانی کے کردار مختلف ہیں لیکن ان کہانیوں کے کردار میں جو ذہنیت کار فرما ہے وہ سب میں یکساں ہے نوجوان نسل کا بوڑھوں سے سلوک' برتاؤ ایک سا ہے۔

ایک ہائی اسکول کے سامنے میں نے بچوں کی بھیڑ میں گھرا عمر خوردہ ٹوپی پہنے ایک بوڑھے کو دیکھا جھلسا دینے والی لو میں بیٹھا ریوڑیاں بیچ رہا تھا معلوم ہوا کہ وہ ہر روز یہاں خوانچہ رکھ کے بیٹھ جاتا ہے اس کی عمر اسی برس سے تجاوز کر رہی ہے۔ وہ اسکول کے ہجوم میں گھرا ہوا تھا بعض بچے اسے چھیڑ بھی رہے تھے۔

وہ ان پر خفا بھی ہو رہا تھا اور ہنس بھی رہا تھا مگر اس کی ہنسی پھیکی پھیکی اور تھکی تھکی سی تھی۔

میں اسے دیکھتا رہا۔ جب بچے کلاس میں چلے گئے تو میں بڑے میاں کے پاس جا بیٹھا' میں نے اس سے وہی سوال پوچھا جو بابا حیات سے پوچھا تھا۔ بڑے میاں نے پہلے تو مجھے یوں گھورا جیسے میں نے اسے کوئی ناگوار بات کہہ دی ہے' پھر پوپلی زبان میں بولا تو کیا چاہتے ہو؟ میں بھیک مانگا کروں میں نے اپنے سوال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کے بیوی بچے ہوں گے آپ کی یہ عمر تو آرام کی عمر ہے۔

بوڑھے نے مجھے آگے بولنے نہ دیا۔ اس نے ٹاٹ کا ٹکڑا بچھا کر کہا۔ اس پر بیٹھ جاؤ میں تمہیں ساری بات بتاؤں گا مجھ سے یہ بات کسی نے بھی نہیں پوچھی۔

بوڑھے نے مجھے ایک طویل داستان سنا ڈالی جسے میں مختصراً پیش کرتا ہوں' وہ ایک سرکاری محکمے میں کلرک تھا' اس نے اپنا پیٹ کاٹا اور اکلوتے بیٹے کو ایم اے تک تعلیم دلائی اور دو مکان بھی بنوا لیے' پھر اس بوڑھے کی ملازمت پوری ہو گئی وہ پنشن پر گھر آ گیا اس نے ایک مکان بیٹے کے نام منتقل کر دیا اور خود دوسرے مکان میں رہنے لگا۔ بیٹے کی تنخواہ سات سو روپے تک پہنچ گئی اور اس کی شادی ہو گئی۔

بوڑھا بولتے بولتے چپ ہو گیا اور مجھے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگا' ذرا دیر کے بعد دکھے ہوئے لہجے میں بولا۔ ایک روز مجھ سے ایسا جرم سرزد ہو گیا جس کی سزا ابھی تک بھگت رہا ہوں۔ جرم یہ تھا کہ ایک روز میں نے اپنے پوتے کو گلی میں گالیاں بکتے دیکھا میں نے بچے کو ایک تھپڑ مارا اور کان پکڑ کر گھر لے آیا۔ میں نے بہو کو بتایا کہ یہ گالیاں بکتا ہے' میری بہو الٹا مجھ پر برس پڑی کہ تم کون ہوتے ہو میرے بچے کو پیٹنے والے' مجھے توقع ہے کہ میرا بیٹا بات سمجھ جائے گا۔ مگر اس نے اپنی بیوی کا ساتھ دیا۔ میں بزرگ کی حیثیت سے ڈانٹ ڈپٹ کے لہجے میں بول رہا تھا۔ مگر معلوم نہ تھا کہ میں اپنے بیٹے سے نہیں بلکہ ایک افسر سے ہمکلام ہوں۔ جس کی تنخواہ سات سو روپے ہے۔ یہ گستاخی تھی جس کی پاداش مجھے اس گھر میں نہ آنے کا حکم مل گیا۔

اس کے بعد بوڑھا کبھی کبھی گلی میں پوتے کو پیار کر لیتا۔ مگر یہ بھی جرم بن گیا اور پوتے کو اس سے منع کر دیا گیا' بوڑھے نے اپنے مکان کا نصف حصہ کرائے پر دے دیا۔ جس سے اس کی دال روٹی چلنے لگی۔ کبھی تنور سے روٹی کھا لیتا' کبھی خود پکا لیتا۔ چولہے چوکے کے ساتھ بوڑھے دوا دارو بھی چلنے لگے۔ [illegible]

کے لئے اجنبی ہو گیا۔

"اگر کرایہ کافی تھا تو یہاں رہ کر اس بچے کی کیا ضرورت تھی" میں نے پوچھا۔

اس لئے کہ میرا پوتا اسی اسکول میں پڑھتا ہے' بوڑھے نے کہا اور اس کی آواز رندھیا گئی۔ آنکھیں مل کر بولا۔ اسے اجازت نہیں کہ وہ میرے قریب آئے وہ میرے بچے کا بچہ ہے دور سے دیکھ لیتا ہوں تو دل کو قرار آجاتا ہے خدا کرے وہ بھی باپ کی طرح بڑا آدمی بنے' وہ چار مہینوں بعد وہ اسکول سے چلا جائے گا۔ میٹرک کے امتحان قریب آرہے ہیں پھر میں بھی چلا جاؤں گا۔

اس میں شبہ نہیں کہ جب نئی نسل پرانی نسل کی جگہ لیتی ہے تو پرانے زاویے بدل جاتے ہیں زمانے کے انقلابات سے ہم آہنگ ہونا ہی پڑتا ہے۔ مگر نئی پود یہ کیوں بھول جاتی ہے کہ انہیں زاویے بدلنے اور زمانے سے ہم آہنگ ہونے کا شعور پرانی نسل والوں نے ہی بخشا ہے۔

اس سوال نے مجھے اور زیادہ پریشان کیا تو میں نئی پود کی طرف چل پڑا۔ میں ایک ایسے نوجوان سے ملا۔ جس کا معاشرتی اور معاشی مقام خاصا بلند ہے چار منزل مکان میں رہتا ہے اور اس کا ضعیف باپ اسی مکان کے سایہ میں ٹوٹی ہوئی چارپائی پر باہر گلی میں پڑا رہتا ہے اس کے شب و روز اسی چارپائی پر گلی میں گزر رہے ہیں۔ اس کا بیٹا اتنا کرم ضرور کرتا ہے کہ بوڑھے باپ کو دونوں وقت بچا کھچا کھانا بھجوا دیتا ہے۔

مجھ سے رہا نہ گیا میں اس کے بیٹے سے ملا اور بصد احترام پوچھا "جناب! کیا یہ حقیقت ہے کہ باہر گلی میں جو بوڑھا پڑا ہوا ہے آپ کا باپ ہے؟"

"اگر وہ میرا باپ ہے بھی تو آپ کو کیا تکلیف ہے" اس نے مجھے ڈانٹ دیا۔

میرے لئے ایک ہی راستہ تھا کہ کان لپیٹ کر وہاں سے کھسک جاتا۔ مگر میں نے ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کیا اور اپنا انداز گفتگو بدل کر اس جواں سال آدمی کو گھیر لیا' میں نے کچھ ایسی دوستانہ فضا پیدا کرلی کہ وہ میرے ساتھ کھل کر باتیں کرنے لگا میں نے اس سے کہا "عزیز بھائی یہ تو بوڑھا ہے آج نہیں تو کل مرجائے گا۔ مجھے آپ کی پوزیشن کے ساتھ ہمدردی ہے' آپ معاشرے کے اہم فرد ہیں' میرا تیر نشانے پر بیٹھا اور جھوٹی اہمیت پاکر خوش ہوگیا۔ ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں اور میں اسے اصل موضوع کی طرف لاتا رہا۔ آخر اس نے میرے دل کی بات کہہ دی۔

"اگر اس بوڑھے نے مجھے لکھایا پڑھایا' پالا پوسا تو اس کا فرض تھا' مجھ پر احسان تو نہ تھا" اس نے کہا "وہ اب مجھ سے قیمت مانگ رہا ہے۔ خواہ مخواہ میرے گھریلو معاملات میں دخل دیتا ہے' یہ اپنے دور کا فرد ہے اور میرا دور بہت مختلف ہے اس کا دور مرچکا ہے' ذرا تصور فرمائیے کہ میں نے اپنی بیٹی کو ایک بنک میں ملازم کرا دیا۔ تو اس بوڑھے نے آسمان سر پر اٹھالیا' کہنے لگا یہ بے حیائی ہے' باہر کا ماحول بڑا خراب ہے بیٹی کی اصل جگہ سسرال ہے۔

اس آدمی نے ناک بھنوں چڑھا کر کہا۔ "میں اپنی بیوی سمیت باہر نکلتا ہوں' ڈنر یا کسی پارٹی میں جاتا ہوں یا کلب سینما چلا جاتا ہوں تو بڈھا ہمیں وعظ سنانے لگتا ہے' کہتا ہے بیوی کو پردے میں بٹھاؤ۔ بیٹی کو برقعہ پہناؤ سینما مت دیکھو۔ اس نے تو ہمارا جینا محال کر رکھا ہے آخر ہم نے تنگ آکر اس کی چارپائی گلی میں بچھادی"

اسی طرح ایک فرسٹ کلاس گریڈ افسر سے ملاقات ہوئی جس کا باپ گلیوں اور بازاروں میں بھیک مانگا کرتا ہے اس کے متعلق انکشاف ہوا کہ بھکاری کے افسر بیٹے کی بیوی ایم اے ہے۔ اس نے ایک روز اعلان کردیا کہ گھر میں یہ بھکاری رہے گا یا میں رہوں گی۔ یہاں بھی پرانی اور نئی تہذیب کا تصادم تھا بڈھا مذہبیت اور فیشن کے خلاف تھا۔ لیکن بہو کی اعلیٰ تعلیم اور بیٹے کی اعلیٰ پوزیشن کے تقاضے کچھ اور تھے۔ میں نے مزید معلومات فراہم کیں تو معلوم ہوا کہ بیٹا اکثر کہا کرتا ہے کہ یہ بوڑھا تو کل مرجائے گا میں اسے سہارا دے کر اپنے سہاروں کو کیوں خفا کروں۔

اس آدمی سے کہا گیا کہ ایک روز آپ بھی بوڑھے ہوں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی اولاد آپ کے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک کرے۔

باقی صفحہ ۲۴ پر

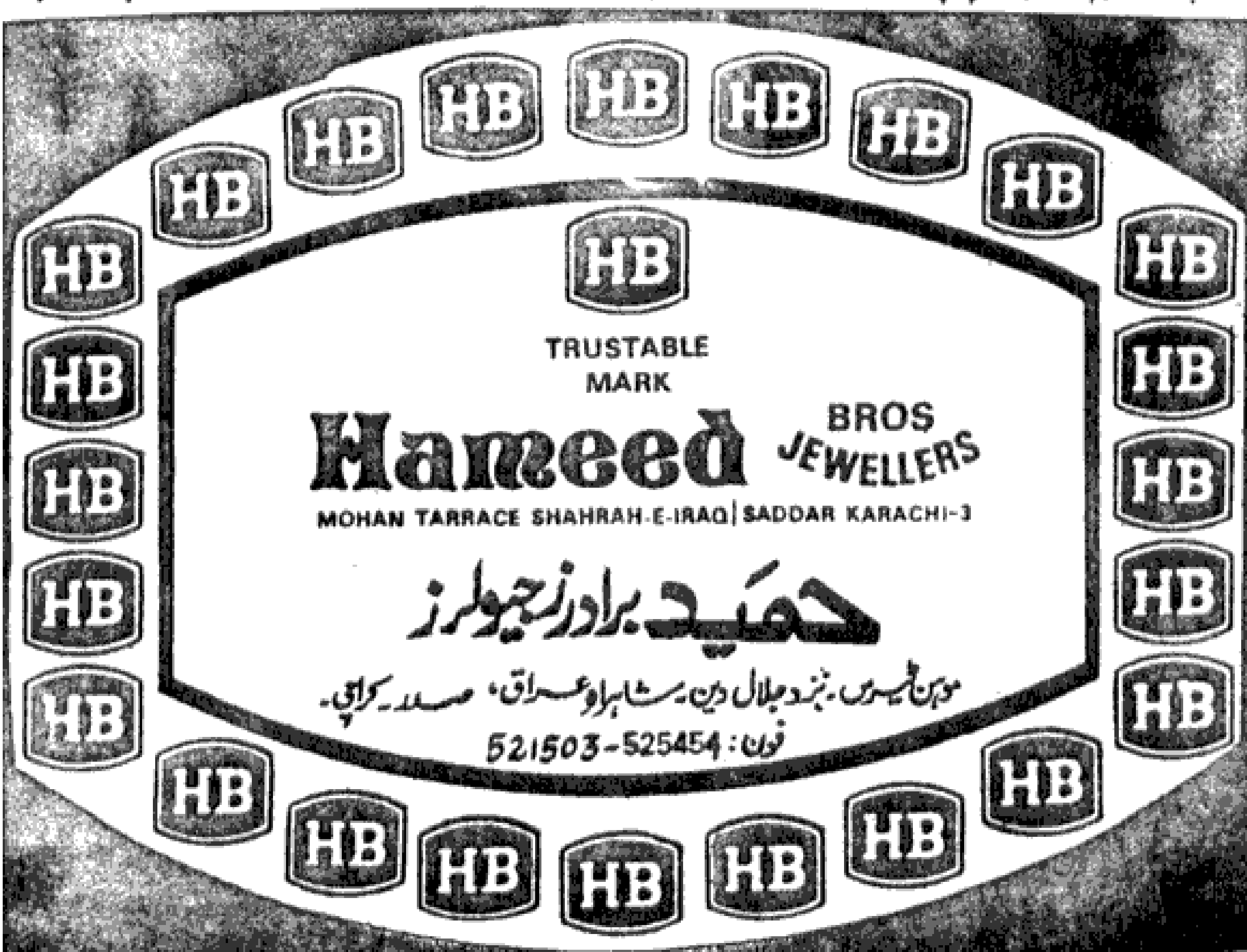

تھوڑی دیر مرزا قادیانی کی قبر پر

محمد طاہر رزاق لاہور

میں آنکھیں بند کئے تصورات کی دنیا میں ایک ہموار جگہ پر کھڑا ہوں۔ ماحول میں ایک مکمل سکوت ہے۔ دن بھر کا تھکا ہارا سورج مغرب کی گود میں سونے کے لئے جارہا ہے اور رات کا اندھیرا اپنے پر پھیلائے آرہا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے مرزا قادیانی کی قبر ہے۔ دیکھنے میں فقط یہ ایک مٹی کی ڈھیری ہے۔ جس پر چند ٹھکریے اور تنکے پڑے ہیں۔ کبھی کبھی شریر ہوا چند سوکھے پتے اڑا کر قبر پر رکھ دیتی ہے اور پھر چند لمحوں بعد دوبارہ اٹھا کر لے جاتی ہے۔ میں قبر کی ڈھیری کو بغور دیکھ رہا ہوں۔ کبھی قبر کی لمبائی چوڑائی کو دیکھتا ہوں اور کبھی قبر پر پھیلی ہوئی ہلکی ہلکی دراڑوں کو ملاحظہ کررہا ہوں کہ اچانک خاتم النبیین محمد عربی ﷺ کا فرمان اقدس میرے دماغ پر بجلی بن کر کوندتا ہے۔

"قبر کو مٹی کا ڈھیر مت سمجھو۔ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا"

میرے جسم میں ایک جھرجھری سی آجاتی ہے اور رحمت عالم ﷺ کا مذکورہ بالا فرمان میرے دماغ میں بار بار گھومنے لگتا ہے اور میری زبان پوری قوت سے پکارتی ہے کہ یہ قبر والا جہنمی ہے...... محمد ﷺ کے رب کی قسم...... کعبے کے رب کی قسم...... اس کی قبر سیاہ ترین اور بدترین ہے...... اس کی قبر میں نار جہنم شعلہ زن ہے۔ اس کی قبر میں سانپوں اور بچھوؤں کا اژدحام ہے جو اس کے گوشت اور ہڈیوں کو نوچ رہے ہیں۔ اس کے جسم پر عذاب الٰہی کے گرز بجلی کی سرعت سے برس رہے ہیں۔ اس عذاب شدید سے اس کی قبر میں ایک قیامت بپا ہے۔

اے مرزا قادیانی! تیرا کیا بگاڑا تھا کہ تو نے ان کے تاج و تخت ختم نبوت پر حملہ کیا! رحمۃ العالمین ﷺ نے تجھے کیا دکھ دیئے تھے کہ تو نے ان کی شان عالیہ میں ہرزہ سرائی کی؟ عہد فرنگی میں جب ہندوستان کے غلام مسلمان انتہائی بے بسی و بے کسی کی زندگی گزار رہے تھے تو نے ان کے سینے میں جھوٹی نبوت کا خنجر گاڑ کر کیوں تڑپایا؟ تو نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمانوں کو مزید جکڑنے کے لئے اور ملت اسلامیہ کے جوش و جذبہ کو ختم کرنے کے لئے مقدس جہاد کی تحریک کیوں چلائی۔؟

اے رسول! جواب دے۔

اے نبی کاذب! جواب دے۔

دین اسلام اور ملت اسلامیہ کے غدار اعظم! جواب دے۔

ملت اسلامیہ کی وحدت کی دیوار میں نقب لگانے والے فرنگی کے اجرتی ڈاکو! جواب دے۔

اے مرزا قادیان! جب تو پیدا ہوا خالق نے تجھ پر کتنے احسانات کئے۔ دیکھنے کے لئے آنکھیں دیں۔ سننے کے لئے کان دیئے۔ بولنے کے لئے زبان دی۔ سونگھنے کے لئے ناک دیا۔ سوچنے کی لئے دماغ دیا۔ کام کاج کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں دیئے۔ پیدا ہونے سے قبل ماں کے تاریک شکم میں تیری خوراک کا اہتمام کیا۔ پیدا ہونے کے بعد ماں کی چھاتی سے تیرے دودھ کی دھاروں کا انتظام کیا۔ تجھے ماں کی ممتا کی ٹھنڈی ہوائیں دیں۔ باپ کی شفقت کا سایہ دیا۔ بہن بھائیوں کی محبت دی۔

جب تو پیدا ہوا تو اہل محلہ تجھے دیکھنے آتے تھے اور تیرے ماں باپ کو مبارک بادیں دیتے تھے اور مٹھائی کا مطالبہ کرتے تھے۔ لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ آج ابلیس جشن منارہا ہے اور کفر و ارتداد کے ایوانوں میں بزم عیش و طرب سجی ہے۔ جام پہ جام لنڈھائے جارہے ہیں اور آوارہ قہقہے لگائے جارہے ہیں۔

کسی کو کیا معلوم تھا کہ مستقبل میں تیرے ان چھوٹے ہاتھوں میں قلم کا وہ بے باک خنجر ہو گا جو قرآن اور صاحب قرآن پر حملہ آور ہو گا اور تیری زبان سے کائنات کا وہ عظیم فتنہ بولے گا کہ الامان و الحفیظ!

اے مرزا قادیانی! تو نے صرف حصول دولت کے لئے دراصل انگریز پر ایمان بیچ دیا۔ چند روزہ زندگی کی سہولتیں حاصل کرنے کے لئے لامتناہی زندگی جہنم کی آگ میں گزارنے کا فیصلہ کرلیا...... ہائے تو نے کتنے گھاٹے کا سودا کیا...... تو نے اپنی ذات پر کتنا ظلم کیا...... تو کتنا کوتاہ عقل اور کوڑھ دماغ تھا......

اگر دولت حاصل کرنا اتنا ہی ضروری تھا تو رہزن بن جاتا...... مویشی چور بن جاتا...... گرہ کٹ بن جاتا...... اسمگلر بن جاتا...... جیب تراش بن جاتا...... جوئے کا اڈا چلا لیتا...... شراب کا ٹھیکہ لے لیتا...... لیکن نبوت کا دعویٰ نہ کرتا...... محسن انسانیت ﷺ کے تاج و تخت ختم نبوت پر حملہ آور نہ ہوتا...... رحمت کائنات ﷺ کی شان میں بکواس نہ کرتا......

اے مرتد ہندوستان! خدا نے تجھے ارتداد کی سڑک پر سرپٹ دوڑنے سے روکنے کے لئے تیرے راستے میں بیماریوں کی کئی رکاوٹیں کھڑی کیں مثلاً مراق 'ہسٹریا' مسلسل بول 'ذیابیطس' دردِ گردہ 'چکر' بواسیر اور مختلف دورے وغیرہ۔ تاکہ تجھے تیری غلطی کا احساس ہو جائے اور تو تکلیف کے عالم میں اپنے رب کی طرف رجوع کرلے۔ لیکن تو ایک بدمست ہاتھی کی طرح ساری رکاوٹیں توڑتا ہوا گزر گیا۔

اے مسیلمہ ہندی! تجھے پختہ یقین تھا کہ تو نبی نہیں ہے۔ تجھے یہ بھی معلوم تھا کہ نبی اکرم ﷺ کے اللہ کے آخری نبی اور رسول ﷺ ہیں۔ تو یہ بھی جانتا تھا کہ جناب عیسیٰ آسمانوں پر زندہ ہیں اور قرب قیامت قتل دجال کے لئے زمین پر تشریف لائیں گے۔ تو اس بات سے بھی واقف تھا کہ امام مہدی نے ابھی پیدا ہونا ہے اور عیسیٰ سے ان کی ملاقات بھی ہونا ہے لیکن تیری بے شرمی اور ڈھیٹ پن کی انتہا کہ تو خود کو نبی' رسول' عیسیٰ' مہدی لکھتا رہا اور کہلواتا رہا۔

اے دجال قادیان! چلو ساری زندگی تو تو یہ فعل شنیع کرتا رہا۔ برانڈرتھ روڈ لاہور میں جب تو دستوں کے مرض الموت میں مبتلا تھا اور دستوں نے ایک یلغار کر رکھی تھی۔ اس وقت تیرا جسم ٹھنڈا پڑ رہا تھا اور موت تجھے آنکھوں کے سامنے ناچتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ تو اس وقت ہی توبہ کرلیتا۔ تو لوگوں کو مخاطب کرکے اعلان کرتا کہ اے لوگو! میں مرنے سے پہلے اعلان کرتا ہوں کہ میں نبی نہیں ہوں۔ میں نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور جذبہ جہاد ان کے دلوں سے نکالنے کے لئے اشارہ فرنگی پر نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور تائب ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ تیرے اس اعلان توبہ سے تیری جماعت بھی تائب ہو جاتی اور سلسلہ ارتداد رک جاتا۔ مگر تو تو ایسا بے شرم اور ڈھیٹ نکلا کہ وفات کی رات بھی اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا۔ تجھ سے تو فرعون اچھا تھا کہ جب پانی میں ڈوبتے ہوئے اسے موت کی ہچکی آئی تو اس نے کہا کہ موسیٰ کے رب پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔

اے قاتل انسانیت! دعویٰ نبوت کرتے وقت تو اللہ کے جلال و جبروت سے نہ ڈرا۔ تجھے قبر کی ہولناک زندگی سے بھی خوف نہ آیا۔ تو پل صراط کی کٹھن منزل سے بھی خائف نہ

ہوا اور جہنم کے آدم خور شعلوں اور جہنم کا دائمی قیدی بننے سے بھی خوفزدہ نہ ہوا۔ تو نے کتنے لوگ صراط مستقیم سے ہٹائے۔ کتنے دماغوں اور کتنی سوچوں کو بہکایا۔ کتنے عقائد حقہ کے سفینے غرق کئے۔ کتنی ماؤں کے لال جہنم روانہ کئے۔ ان تمام انسانوں کے گناہوں کے پہاڑ تیرے ذمہ ہیں بلکہ اس کے آگے کفر و ارتداد کا جتنا سلسلہ ہمیشہ چلے گا اتنا ہی وزنی لعنتوں کا طوق تیرے گلے میں ڈالا جائے گا۔ جب حشر کے روز تو قبر سے باہر آئے گا تو قادیانیت کا جھنڈا تیرے ہاتھ میں ہوگا اور سارے قادیانی تیری منحوس قیادت میں چلتے چلتے جہنم کے گڑھے میں جا گریں گے۔

اچانک میری توجہ پھر قبر کی جانب پلٹتی ہے اور میری نظریں قبر پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔ اب میں ماحول میں زبردست خوف و ہراس محسوس کر رہا ہوں۔ میرے جسم پر ایک کپکپی سی طاری ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ قبر سے آگ کے مہیب شعلے بلند ہو رہے ہیں جو آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے ہیں۔ قبر کے اندر سے مجھے سانپوں کی خوفناک پھنکاریں سنائی دے رہی ہیں۔ میں لاتعداد وحشت ناک حشرات الارض کو بڑی پھرتی سے قبر سے باہر اور اندر جاتے دیکھ رہا ہوں۔ قبر میں ایک زوردار زلزلہ ہے۔ جیسے کوئی بڑی سی ہنڈیا تیز آگ پر ابل رہی ہو۔ اس کے ساتھ ہی مجھے مرزا قادیانی کی دل ہلا دینے والی چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ اس عذاب قبر کو دیکھ کر میری زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ہے۔

آتش افشاں ہے زمین ایسی جگہوں سے کہ جہاں
لقمہ خاک ہوئے زہر اگلنے والے

صدائے بخاری

توحید' رسالت' قیامت اور تمام عقائد' عبادات اور معاملات اسلام کی اصل ہیں

میرا استدلال یہ ہے کہ۔

ان تمام مسائل کی تعریف اور تعیین نبوت کرتی ہے۔ اگر نبوت بدل سکتی ہے تو یہ سب کچھ بدل سکتا ہے۔ یہاں تک کہ حلال و حرام بھی بدل سکتا ہے۔

انبیاء......
نہ آتے تو
کائنات
ایک ایسی کتاب ہوتی جس کے ابتدائی اور آخری صفحات کھو گئے ہوں......

یہ چیز انبیاء ہی کی معرفت ہی تو انسان کو ملی ہے کہ انسان اور اس کے رب کے مابین کیا رشتہ ہے۔

اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے۔ وہ ایک ایسا نظام ہے جو ازل اول تا آخر اور تا بہ قیامت ہر انسانی گروہ اور ہر انسانی جماعت کی خوش حالی اور برتری کا ضامن ہے۔ وہ بنیادی سعادتوں اور دینوی خوش نصیبیوں کا توشہ ہے اور ہم اس پر چل کر اپنے لئے ہی نو انسان کے لئے اور معاشرہ انسانی کے لئے صحت مند مستقبل تیار کر سکتے ہیں۔

مسلمانو! ختم نبوت کے عقیدہ کو یوں سمجھو جیسے یہ ایک مرکز کا دائرہ ہے جس کے چاروں طرف توحید' رسالت' قیامت' ملائکہ کا وجود' صحف سماوی کی صداقت' قرآن کریم کی حقانیت و ابدیت' عالم قبر و برزخ' یوم النشور' یوم الحساب گردش کرتے ہیں۔ اگر یہ اپنی جگہ سے ہل جائے تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ دین نہیں بچے گا بات سمجھ میں آئی مزید سمجھئے' جس طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی حضور رسالت پناہ ﷺ کے وجود مسعود پر ختم ہو جاتا ہے آپ کی نبوت و رسالت وہ مہر درخشاں ہے جس کے طلوع کے بعد اب کسی روشنی کی مطلق ضرورت نہیں رہی۔ سب روشنیاں اسی نور اعظم ﷺ میں مدغم ہو گئی ہیں۔ جبھی تو مخبر صادق ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر آج بھی موسیٰ اس دنیا میں زندہ ہوتے تو انہیں بھی بجز میری اتباع کے چارہ کار نہ ہوتا اور حضرت عیسیٰ جو آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے تو نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ابوبکر و عمر کی طرح امتی اور خلیفہ کی حیثیت سے۔

حکومت کو یاد رکھنا چاہئے کہ جو شخص بھی ختم نبوت کے تخت کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے گا ہم اس پر قہر الٰہی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقام بن کر ٹوٹ پڑیں گے۔ اگر حکومت کوئی اور ہاتھ دیکھنا چاہتی ہے تو اس کی مرضی ہم اس کے لئے بھی ہر گھڑی تیار ہیں۔ تم نے ہمیں بیسیوں مرتبہ آزمایا ہے۔ تحریک خلافت ہو کہ مقامات مقدسہ کے احترام کا مسئلہ' راج پال ایجی ٹیشن ہو کہ میکیگن کالج کا قضیہ' جب بھی کسی بدبخت ازلی نے رسول اللہ ﷺ کی عظمت و وقار کے ماہتاب پر تھوکنے کی کوشش کی ہے ہم نے اس خبیث کا منہ توڑ اور حکومت کے جبر و تشدد کے باوجود ہمارے جذبہ مزاحمت میں کبھی کمی نہیں آئی۔ جو قدم اٹھا آگے تو بڑھا ہے پیچھے کبھی نہیں ہٹا۔

میری بہنو! بیٹیو! سن لو اسلام نے تمہیں جو عظمت دی ہے اور تمہارے ناموس کو جو اہمیت دی ہے اس کی حفاظت تم نے خود کرنی ہے۔ تم اپنی روایات کو پہچانو تمہاری ہم جنسوں کی روایت بازاروں کی زینت بننا نہیں بلکہ امت کے غیور و جسور فرزندوں کی تہذیب و تربیت کرنا ہے۔ خواتین پاکستان سیدہ عائشہ' خنساء' خولہ اور ام رومان (رضی اللہ عنہم) کی پیروی کریں۔ فلم سٹار' وکٹوریہ اور الزبتھ بننے کی کوشش نہ کریں۔ میری بہنو بچیو سن لو ناول' تمہارا اجالا اور ریڈیو' باپ ہے فیشن اور زیور تمہارے دشمن ہیں۔

یہ بات پاکستان کے آئین میں اب ضرور آنی چاہئے کہ پاکستان میں اسلام کے علاوہ اور کسی مذہب کی تبلیغ حرام ہے ملک اسلام کے نام پر لیا گیا ہے اور تبلیغ مرزائیت کی؟ بالکل ایسی بات ہے کہ پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر الگ ملک بنایا گیا ہے اب اگر پاکستان میں قائد اعظم کی بجائے گاندھی جی کی تعریفیں گائی جائیں اور مسلم لیگ کی جگہ کانگریس کی حکومت کے لئے کوشش کی جائے تو جس طرح یہ ایک عمل بغاوت ہے اسی طرح پاکستان میں کسی دھرم' مذہب اور ازم کی تبلیغ اسلام اور پاکستان سے غداری و بغاوت کے مترادف ہے۔

تم ناموس مصطفیٰ کا تحفظ کرو۔ میں تمہارے کتے پالنے کو تیار ہوں۔ میں تمہارے سور چراؤں گا۔ میں کہتا ہوں کہ مسلم لیگ نے پاکستان بنایا۔ ملک تقسیم کرایا۔ یہ انجمن احمدیہ نے نہیں بنایا۔ مرزا محمود اور سر ظفر اللہ کا پاکستان سے کیا تعلق؟ یہ دم بریدہ سگان برطانیہ آج پاکستان میں دندنا رہے ہیں ہم ان کی یہ غدارانہ سرگرمیاں ہرگز برداشت نہیں کر سکیں گے اور پاکستان کو مرزائی اسٹیٹ نہیں بننے دیں گے"

"کوئی ہے جو میری ٹوپی خواجہ ناظم الدین کے پاؤں پر رکھ دے اور انہیں میری طرف سے یہ یقین دلا دے کہ وہ مجھے اپنا سیاسی حریف نہ سمجھیں۔ اگر وہ محسن کائنات جناب رسالت مآب ﷺ کے ناموس اور عزت کا تحفظ کریں تو میں اپنی زندگی میں ان کا خدمت گزار رہوں گا۔ حتیٰ کہ ان کے گلے میں اگر سور بھی ہوں گے تو انہیں بھی چراتا رہوں گا"

میزان کا پیغام

غیبت

ڈاکٹر محمد خالد گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

انسان ویسے تو خطاؤں کا پتلا ہے۔ خطا اور کمزوریوں کو دور کرنا آسان ہے۔ غیبت کو اپنے دنیا سے نکالنا اتنا ہی مشکل بلکہ ناممکن بھی ہے۔ ہاں اس کو کم ضرور کیا جا سکتا ہے۔

غیبت جہاں معاشرے کی تباہی کا موجب ہے۔ وہاں یہ انفرادی اور خاندانوں کی تنزلی کا موجب بھی ہے۔ جیسے معاشرے کا ہر فرد اس لعنت میں پھنسا ہوا ہے۔ اسی طرح میں بھی کبھی کبھار پھسل جاتا ہوں۔ لیکن جب میں کسی بھی برائی کرنے کے بعد اپنا تجزیہ کرتا ہوں تو اکثر مجھے ایسے محسوس ہوا ہے کہ وہ برائی جس کا میں ذکر کر رہا تھا۔ وہ تو میرے اندر بھی موجود ہے۔ بس پھر اپنے آپ سے بھی نفرت ہو جاتی ہے۔ اور ایسے محسوس ہوتا ہے کہ دنیا کا بدترین شخص میں ہوں۔

ذرا غور کریں! ہم زیادہ وقت دوسرے لوگوں کا ذکر کرتے گزارتے ہیں اور اکثر دوسروں کی خامیاں نکالتے ہیں۔ اس کے باوجود اکثر کسی سے غیبت کے موضوع پر بات کریں تو وہ کہے گا کہ غیبت بہت بری چیز ہے اس سے بچنا چاہئے۔

جس دن میں نے غیبت کی تو اپنے آپ کو تنزلی کی طرف جاتے دیکھا اور جو دن غیبت سے پاک تھا تو بلندیوں کے رستے کھلتے دیکھے غیبت صلاحیتوں کو ایسے چاٹتی ہے جیسے موت زندگی کو۔

دوسروں کو بہتر ثابت کرنے سے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو اچھا ثابت کرو۔

قسط: ۲

دارالعلوم بری انگلینڈ کا تعارف

اس کے بعد حضرت تھانوی فرماتے ہیں "جس شخص میں یہ علامات ہوں پھر نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت بھی صادر ہوتی ہے یا نہیں' یا یہ شخص صاحب تصرفات ہے یا نہیں۔ یا اس کو کشف ہوتا ہے یا نہیں۔ یا یہ جو دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے یا نہیں کیونکہ یہ امور لوازم مشیخت یا ولایت سے نہیں۔ اسی طرح یہ نہ دیکھے کہ اس کی توجہ سے لوگ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں یا نہیں کیونکہ یہ بھی لوازم بزرگی سے نہیں۔ اصل میں یہ ایک نفسانی تصرف ہے جو مشق سے بڑھ جاتا ہے۔ غیر متقی بلکہ غیر مسلم بھی کر سکتا ہے اور اس سے چنداں نفع بھی نہیں کیونکہ اس کے اثر کو بقاء نہیں ہوتا"

خلاصہ کلام یہ کہ اگر اس طرح چالیس روز تک کسی اللہ والے کے پاس محض یاد خدا میں بسر ہوں تو انسان کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ اس مختصر مدت کے بعد آدمی جب اپنے روز مرہ کی مصروفیات اور ذمہ داریوں کی انجام دہی میں مشغول ہوگا تو وہ صاف محسوس کرے گا کہ اب احکام الٰہی پر عمل کس طرح اس پر آسان ہو چکا ہے۔ کس طرح شریعت اس کی طبیعت اور عبادت عادت بن گئی ہے۔

بقول شاعر اس کی حالت یہ ہوگی کہ

میں گو رہا رہین ستم ہائے روزگار لیکن تمہاری یاد سے غافل
نہیں رہا

اگر ہر شخص جو قوم کی صلاح و فلاح کا متمنی ہے اس طرح خود اپنی اصلاح کرے تو انشاء اللہ امت مسلمہ کا آدھا مرض تو اسی سے ختم ہو جائے گا۔

حدیث میں آتا ہے "الناس علی دین ملوکہم" یعنی قوم کے راہنماؤں اور سرداروں کا اپنی قوم کے افراد پر بہت اثر پڑتا ہے۔ عامۃ الناس ان کے اسلوب فکر کو اور ان کی چال ڈھال اور طرز رہن سہن کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے ہر اس شخص پر اصلاح باطن کی یہ ذمہ داری اسی حساب سے زیادہ سے زیادہ متوکد ہوتی چلی جاتی ہے جس حساب سے آس پاس کے ماحول میں اس کا مقام ہے چنانچہ قوم کے سربراہ پر یہ ذمہ داری دوسرے لوگوں کی نسبت سب سے زیادہ عائد ہوتی ہے۔ اس طرح دیگر چھوٹے سرداروں اور قائل پر یہ ذمہ داری بہ نسبت عوام کے زیادہ شدید ہے۔

آپ ﷺ نے ملوک و سلاطین اور سربراہان مملکت کے نام جو دعوت نامے ارسال فرمائے تھے میرے سامنے اس وقت ان میں سے اس دعوت نامے کا مضمون ہے جو آپ ﷺ نے سلطنت روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب روانہ فرمایا اس میں حمد و ثناء کے بعد آپ ﷺ نے لکھوایا کہ "اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الیریسیین (بخاری ۵)

یعنی اے قیصر! تو اسلام قبول کرلے تو سلامت رہے گا (اور مزید) اللہ تعالیٰ تجھے دوگنا اجر عطا فرمائیں گے اور اگر تو نے اعراض کیا تو (یاد رکھ ان باشندوں اور) کاشتکاروں کا گناہ (بھی) تیرے سر ہوگا (جو تیری سلطنت میں رہتے ہیں)

فان علیک اثم الیریسیین میں بھی "الناس علی دین ملوکہم" پنہاں ہے۔

گردش زمانہ اور انقلابات عالم سے جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی متاثر ہوئے ہیں بدقسمتی سے طبقہ علماء بھی قانون فطرت کی زد میں آنے سے بچ نہیں سکا۔ اس بات کا انکار ممکن نہیں کہ آج حالت یہ ہو چکی ہے کہ مشائخ و فقہاء میں سے جب کوئی رخت سفر باندھ کر سوئے جنت روانہ ہوتا ہے تو اس کی جگہ پر کرنے والا کوئی نہیں ہوتا حالانکہ ایک محتاط اندازے کے مطابق ہر سال صرف برصغیر کے مدارس عربیہ سے ہی ۳۰ ہزار فارغ التحصیل ہوتے ہیں آج مدارس عربیہ کی مجموعی صورت حال پر یہ شعر بالکل صادق آتا ہے۔

رہ گئی رسم اذان روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

علم تو پھر کچھ باقی ہے اور ارباب علم و دانش کی کمی نہیں لیکن اگر کمی ہے تو جوہر عمل کی اور یہی وہ کمی ہے جو عالم کو "خیرکم من تعلم القرآن و علمہ" کی اوج ثریا سے اتار "علماء ہم شر من تحت ادیم السماء تخرج الفتنۃ فیہم و فیہم تعود" کی تحت الثریٰ میں لا پھینکتی ہے۔

قرآن و حدیث میں بھی زیادہ زور عمل ہی پر دیا گیا اسی لئے جابجا فرمایا ہے "الذین امنوا و عملوا الصلحت.....الخ" قرآن اول اور آج کے مسلمانوں کی صورت حال پر یہ شعر کس قدر جامع ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر اور تم خوار ہوئے
تارک قرآں ہو کر

عامۃ الناس اور اصلاح معاشرہ کے فکر مند حضرات کو جہاں اصلاح باطن کی ضرورت ہے وہاں ان سے کہیں زیادہ مدارس عربیہ کے گہواروں سے میدان عمل میں کودنے والے نوآموز فضلاء اس کے محتاج ہیں۔

مشہور ہے کہ ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

ویسے بھی شیطان کا زیادہ تر نشانہ اور گمراہ کن تیروں کا شکار یہی طبقہ ہوتا ہے علامہ ابن الجوزی اپنی شہرہ آفاق تصنیف تلبیس ابلیس ۱۷۵ پر لکھتے ہیں کہ "ابلیس ان لوگوں (یعنی علماء کے پاس بہت راستے سے آتا ہے۔ ان میں سے بہت سے ظاہر ہیں۔ اور بہت سے اکثر علماء پر مخفی رہتے ہیں"

اس لئے مدارس عربیہ کے نونہالوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ محض چھ یا نو سال تک تعلیم حاصل کرکے اصلاح ظاہر کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ چند عرصہ مشائخ کی فرصت میں حاضری دے کر اصلاح باطن کے واسطے خلوت اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبر کو بھی اس طرح تخلیہ کرنا پڑا۔

۱ بخاری کتاب فضائل القرآن۔ الحدیث مروی عن عثمان بن عفان۔ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ دارمی ۲)۲/۴۳۳ (مشکوٰۃ کتاب العلم۔ البیہقی فی شعب الایمان مروی عن علی رضی اللہ عنہ۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "واذ وعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ" (سورۃ البقرہ پ ۱ آیت ۵۱) اور دوسری جگہ فرمایا۔ "وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممنٰہا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ" (سورۃ الاعراف پ ۹ آیت ۱۴۲)

ان کے علاوہ دیگر بعض انبیاء کو بھی اس مرحلہ سے گزرنا پڑا جن کا ذکر کیا جا چکا ہے جب اس قدر جلیل القدر ہستیوں نے اسے ضروری سمجھا تو پھر ہم کس شمار میں ہیں۔ نیز اگر برصغیر پاک و ہند کی تاریخ پر ایک نظر دوڑائیں تو مدارس عربیہ سے فارغ ہونے والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی نظر آتی ہے۔

لیکن ان میں سے کتنے ہیں جن سے اللہ رب العزت نے دین متین کی خدمت جلیلہ لی۔ اگر سب علماء و مشائخ کی زندگیوں کا بغور مطالعہ کریں (جو اس منصب پر فائز ہوئے) تو ان میں شاید کوئی بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے کسی اللہ والے کی خدمت میں کچھ عرصہ نہ گزارا ہو یا اللہ والوں کے ساتھ اس کا تعلق نہ رہا ہو۔ اور جاہلہ "اگر کسی نے کسی اللہ والے سے ربط و تعلق جوڑے بغیر بڑھ کرنے کی کوشش کی تو زیادہ شاید ہے کہ وہ گمراہی کے گڑھے میں جاگرا" یہاں سب کی تحسین اور نام لینے کی ضرورت نہیں۔ اہل بصیرت خوب جانتے ہیں "فاعتبروا یااولی الابصار"۔

مدرسے کے ماحول میں رہ کر جو پڑھا یا نو سال تک پڑھا اس پر عمل کس طرح کریں گے؟ اور کس طرح اس علم کو نافع بنائیں گے؟ یہ مشائخ سے ہی سیکھا جاسکتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ "علم کی طرف عام لوگوں کی رغبت اس لئے کم ہوگئی ہے کہ عالموں کو علم سے زیادہ نفع اٹھاتے نہیں دیکھتے"۔

ہمارے محترم استاد حضرت مولانا نوشاد صاحب مدظلہ نے اس کو بڑی اچھی مثال سے سمجھایا ہے فرمایا کہ عالم کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے پاس دولت ہوگی اس نے ہوائی جہاز خرید لیا گاڑی چلانا تو آسان ہے کلچ (CLUTCH) دبا کر گیر (GEAR) بدلا اور گاڑی دوڑا دی۔ لیکن جہاز جب سامنے آیا تو اس میں سامنے دیکھا تو بیسیوں بٹن اور گھومتی ہوئی سوئیوں کا سامنا ہوا۔ اب اسے چاہئے کہ کسی ماہر پائلٹ کی شاگردی اختیار کرے اور اس سے جہاز اڑانا سیکھے۔ لیکن اگر وہ یہ سوچے کہ یہ میرا ذاتی طیارہ ہے میں کیوں کسی کے سامنے عاجزی اختیار کروں اور خود سے اڑانے کی کوشش کرے تو یقیناً وہ خود بھی ہلاک ہوگا اور مال بھی برباد کرے گا۔

اس طرح عالم کو بھی چاہئے کہ پہلے کسی ماہر شیخ سے اس کا استعمال سیکھے ورنہ اس نادان دولت مند کی طرح خود بھی ہلاک ہوگا اور علم بھی ضائع کرے گا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس سلسلے میں حقیقت تصوف و تقویٰ ص ۲۰۳ پر حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کے چند واقعات درج کئے ہیں۔

لکھتے ہیں کہ "ہماری طرف ایک بزرگ مولانا مظفر حسین صاحب تھے، وہ اپنے معمولات کی بہت پابند تھے تہجد سفر میں بھی قضا نہ کرتے تھے۔ اس وقت ریل نہ تھی لوگ بہلیوں میں سفر کیا کرتے تھے۔ مولانا اس میں بھی تہجد پڑھتے مگر کبھی اس ضرورت کے لئے بہلی کو ٹھہرایا نہیں کیونکہ اس سے دوسرے رفقاء کا حرج ہوتا یا کم از کم گاڑی بان کا تو حرج ہوتا اور عارفین کسی کی کلفت کو بھی گوارا نہیں کرپاتے۔ بس یہ کرتے کہ گاڑی سے آگے بڑھ جاتے اور دو رکعت پڑھ لیتے، جب گاڑی نزدیک آئی آگے بڑھ جاتے پھر دو رکعت پڑھ لیتے، اسی طرح تہجد ختم کرتے۔ بھلا آج تو کوئی شیخ صاحب کرکے دکھلادیں اور تو سفر میں تہجد ہی کون پڑھتا ہے اور کسی کو شوق ہوا تو بس گاڑی بان کم بخت کی مصیبت ہے کہ گھنٹہ بھر تک گاڑی کو روک کے کھڑا رہے تہجد اور راحت رسانی دونوں کو جمع کرکے دکھلاؤ۔

انہی مولانا مظفر حسین صاحب ہی کا قصہ ہے کہ ایک دفعہ مولانا دلی سے کرایہ کی ایک بہلی میں چلے گاڑی بان سے دیہاتوں کی طرح باتیں کرتے رہے تاکہ وہ مانوس ہوں۔ کیونکہ رفیق سفر کو مانوس کرنا بھی حق رفاقت ہے۔ پھر اسی سے باتوں باتوں میں معلوم ہوگیا کہ یہ بہلی رنڈی کی ہے۔ مولانا کو بڑی وحشت ہوئی۔ کیونکہ آپ بڑے متقی تھے۔ ان کا تقویٰ مشہور ہے۔ وہ ایسی گاڑی میں کیوں کر سوار ہوتے جو حرام کی کمائی سے تیار کی گئی ہو۔ مگر کمال یہ ہے کہ آپ نے اترنے میں جلدی نہیں کی۔ سنتے ہی فوراً نہیں اتر پڑے اس خیال سے کہ گاڑی بان کی دل شکنی نہ ہو۔ تھوڑی دور جاکر پیشاب کے بہانہ سے اترے پھر اس سے کہا کہ اب تو پیدل چلنے کو جی چاہتا ہے گاڑی بان سمجھ گیا اور عرض کیا کہ میں سمجھ گیا ہوں۔ اب بہتر ہے کہ مجھ کو رخصت فرمائیے۔ فرمایا یہ نہیں ہوسکتا۔ میرے کرایہ کے سبب ممکن ہے کہ کوئی کرایہ لوٹ گیا ہو تو یہ خسارہ مجھ کو گوارا نہیں۔ اسی طرح کاندھلہ تک بہلی لائے اور خود پیادہ تشریف لائے۔ یہاں پہنچ کر پورا کرایہ دے کر رخصت کیا یہ کمال یہ باتیں بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہیں۔

آج سے تقریباً تئیس سال قبل رجب ۱۳۹۱ھ میں ماہنامہ البلاغ کے ذمہ دار حضرات کو فکر ہوئی کہ کیا وجہ ہے کہ اب دینی درسگاہوں سے مؤثر علمی و دینی شخصیتوں کی تیاری بند ہوتی جارہی ہے؟ چنانچہ اس سلسلے میں انہوں نے ایک مختصر سوالنامہ تیار کرکے تمام بڑے علماء مشائخ اور ارباب فکر کی خدمت میں بھیجا، پھر شعبان ۱۳۹۱ھ سے ان اکابر ملت کے جوابات شائع کرنے شروع کئے۔ شعبان کے اسی شمارے میں انہوں نے ان باتوں کو ذکر کیا جو اکابر علماء کے ارشادات سے قدر مشترک کے طور پر انہوں نے اخذ کیں۔ سب سے پہلی وجہ انہوں نے وہی بیان کی جس کی اہمیت کی طرف ہم قارئین کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کررہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ "اس وقت ہمیں سب سے پہلے اپنے ماحول میں دینی مدارس کی روح کو از سرنو تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر ہماری درسگاہیں اگر بہت کامیاب ہوئیں تب بھی محض علم برائے علم کے مراکز بن کر رہ جائیں گی۔

دینی مدارس کی اصل روح جو مرور ایام سے دھیمی پڑتی جارہی ہے اس کو از سرنو تازہ کرنے کے لئے سب سے اہم ذمہ داری ان درسگاہوں کے اساتذہ اور منتظمین پر عائد ہوتی ہے ان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ پہلے اپنے ذاتی اعمال و اخلاق کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ اسلامی علوم نے ان میں اپنا کوئی رنگ پیدا کیا ہے یا نہیں؟ خوف خدا اور فکر آخرت میں کتنا اضافہ ہوا؟ اللہ کے ساتھ تعلق کتنا بڑھا؟ عبادت کے ذوق میں کتنی زیادتی ہوئی؟ جن فضائل اعمال کی دوسروں کو شب و روز تلقین کی جاتی ہے ان پر خود کتنے عمل پیرا ہوئے؟ جس انفاق فی سبیل اللہ کی دوسروں کو بڑھ چڑھ کر تاکید کی جاتی ہے اس میں خود ہم کس قدر حصہ دار بنے؟ دین کی خاطر جان و مال کی قربانی دینے کے جذبے نے کتنی ترقی کی؟ معاشرے کے بگاڑ سے کرب و اضطراب کی کیفیت اور اس کی اصلاح کی فکر کس حد تک دل و دماغ پر طاری ہوئی؟ یہ ساری باتیں ہمارے اپنے سوچنے کی ہیں اور اگر ہم حقیقت پسندی کے ساتھ ان سوالات کا جواب اپنے عمل میں تلاش کریں تو ندامت و حسرت کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ ضرورت اس ندامت و حسرت سے کام لینے کی ہے۔ اس غرض کے لئے یہ طریقہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمام دینی مدارس کے اساتذہ اور منتظمین ہفتہ میں کم از کم ایک بار مل کر بیٹھیں۔ بہتر ہوگا کہ اس مجلس میں بزرگان دین کی کتابیں اجتماعی طور پر پڑھی جائیں جو اصلاح اعمال و اخلاق کے لئے اکسیر ثابت ہوچکی رہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مواعظ و ملفوظات اس سلسلے میں انشاء اللہ بے نظیر ثابت ہوں گے دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی دور میں تقریباً علماء کسی باخدا بزرگ سے استاد شاگرد کا تعلق قائم کرکے اپنی اصلاح و تربیت کا اہتمام فرماتے تھے۔ یہ سلسلہ بھی عرصے سے دینی مدارس کے ماحول میں متروک سا ہو رہا ہے۔ اسے از سرنو زندہ کرنے کی ضرورت اور اس سے انشاء اللہ دور رس فوائد نکلیں گے۔

"البلاغ" کے سوال نامے کے جواب میں تمام اکابر کا اس بات پر متفق ہوجانا (کہ موجودہ دور میں طلبا علوم نبوت میں خالص دینی ذہن کے پیدا نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ ان کی حضرات مشائخ سے دوری ہے) فی زمانہ ہذا اس کی اہمیت اور جلالت پر صریح دلیل ہے اور اگر اسے اکابرین کا "اجماع" بھی کہہ لیا جائے تو بظاہر کوئی خلاف واقعہ بات نہ ہوگی۔

گویا ادلہ اربعہ (یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس) سے طلبہ کے مشائخ سے تعلق جوڑنے کی اہمیت پایہ ثبوت کو پہنچ رہی ہے اور اب بھی محض ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے انکار پر اڑے رہنا سوائے محرومی اور بارگاہ ایزدی ہی سے دھتکار دئے جانے کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔

"ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب اور القی السمع وھو شھید"

"حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ۔

"حضرت! (مشائخ کی) صحبت میں رہ کر دین آتا ہے۔ میں بقسم کہتا ہوں کتابوں سے دین نہیں آتا۔ ضابطہ کا دین تو کتاب سے آسکتا ہے مگر حقیقی دین بلا کسی کی جوتیاں سیدھی کئے "بلکہ جوتیاں کھائے" نہیں آسکتا۔ دین کسی کی خوشامد نہیں کرتا دین انہی نخروں سے آتا ہے اب جس کا جی چاہے لے اور جس کا جی چاہے نہ لے" اکبر نے خوب کہا ہے

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

۱۔ عصر حاضر میں اسلام کا نظام کیسے نافذ ہو سکتا ہے" ۳۳۲-۳۳۴ مصنفہ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ۔

۲۔ "حقیقت تصوف و تقویٰ" ۲۰۲۔

اس لئے مدارس عربیہ کے فضلاء کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ وہ دورہ حدیث سے فارغ ہوتے ہی یا اگر خدانخواستہ کسی عذر کی بناء پر سلسلہ تعلیم درمیان ہی میں قطع کرنا پڑے تو اسی وقت پہلے کسی صاحب نسبت بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک چلہ ضرور گزار لیں۔

یہی دن ہیں دعا لے لو کسی کے قلب نظری کی
جوانی آ نہیں سکتی میری جاں پھر سے مرتے

بلکہ اگر مدارس کے ذمہ دار خود ہی کچھ توجہ فرمائیں (جیسا کہ "البلاغ" کے حوالے سے قبل میں گزر چکا ہے) اور ششماہی امتحانات کے بعد سال ختم ہونے سے قبل اس سال فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ عزیز کے واسطے مدرسہ ہی کی مسجد میں ایک چلہ کا انتظام کر دیں تو انشاء اللہ اللہ تعالیٰ اس کی برکات اور ثمرات کا مشاہدہ کھلی آنکھوں سے ہو گا۔

الحمد للہ یہاں دارالعلوم بری (برطانیہ) میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ دورہ حدیث کے طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام ۴۰ روز کے واسطے مسجد کے نیچے کے ہال میں کر دیا جاتا ہے۔ وہیں دن میں تمام اسباق ہوتے ہیں اور اسباق کے بعد یہ طلبہ وہیں قیام کرتے ہیں۔ طلبہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ قلت کلام و اختلاط مع الانام کا خاص اہتمام کریں۔ لیکن چونکہ قویٰ کمزور ہوتے جا رہے ہیں اس لئے قلت طعام پر زور نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے برعکس ان کے واسطے خصوصی اہتمام مع زوائد کے بہترین کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ لیکن کوشش کی جاتی ہے طلبہ کرام اپنا زیادہ تر وقت اور اشغال میں بسر کریں۔ اور انہیں خصوصی تاکید کی جاتی ہے کہ تہجد و افطار کے وقت دعا کا خاص اہتمام کریں اور اہتمام کریں کہ کوئی لمحہ غفلت میں بسر نہ ہو۔ امسال طلبہ عزیز کا نظام الاوقات کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

نظام الاوقات

صبح ۳:۳۰ بجے	بیداری
۵:۱۰ تک	تہجد نماز فجر تک
	ذکر و تلاوت قرآن مجید
نماز فجر کے بعد	فضائل ذکر کی تعلیم اور صلوٰۃ و سلام بالاسماء الالٰہیہ والالقاب النبویہ
۸:۳۵ تک	آرام
۱۲:۱۵ تک	اسباق
دوپہر ۱:۱۰ تک	قیلولہ
۱:۲۵	نماز ظہر
۴:۱۵ تک	اسباق
۵:۰۰ تک	آرام
مغرب تک	اسباق
آدھ گھنٹہ	افطاری
رات ۹:۰۰ تک	انفرادی اعمال
۹:۳۰ تک	کتاب (پہلے کچھ روز "اللمع فی التصوف" اور بعد میں مکتوبات وہبیہ") کی تعلیم
۹:۵۰ تک	عشاء
ختم خواجگان کے فوراً بعد	مجلس درود شریف
۱۰:۵۰	مجلس ذکر
۱۰:۳۵	چائے
۱۱:۱۵	لائٹس آف

نوٹ

(۱) آرام کے اوقات میں جو حضرات انفرادی اعمال کرنا چاہیں وہ مسجد کے پیچھے کے حجرے میں جا کر کر سکتے ہیں۔

(۲) آرام کے اوقات میں مسجد کے مرکزی ہال میں ہر قسم کے شور اور آوازیں بلند کرنے سے اجتناب کریں۔ اور اگر کوئی صاحب ایسا کر رہے ہیں ساتھی حضرات انہیں اس طرف توجہ دلائیں۔

(۳) ساتھی معتکفین حضرات کے آرام کا خاص خیال رکھیں۔

الحمد للہ اس میں محنت کرنے والوں نے خوب محنت کی، بعض طلبہ نے دیگر معمولات اور روزانہ ۹'۸ گھنٹے کے اسباق کے ساتھ ساتھ ۴۰ روز میں ۱۰ قرآن پاک ختم کئے۔ بعض کو اس مدت میں اپنی تمام پچھلی فوت شدہ نمازوں کی قضا کر کے صاحب ترتیب بننے کی توفیق ہوئی۔ بعض نے ذکر و شغل کا سلسلہ شروع کیا اور اکثر کو اپنی غفلت پر متنبہ ہو کر اللہ والوں سے تعلق جوڑنے کی فکر ہوئی۔

گزشتہ سال والوں نے ماشاء اللہ خوب محنت کی بعض کا حال یہ تھا کہ نعت شریف کی مجلس ہو رہی تھی۔ اس حال میں بیٹھے بیٹھے بعض کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ الحمد للہ وہ تمام طلبہ جنہوں نے اس میں اہتمام کیا تھا آج اللہ رب العزت نے ان سب کو دین کے کاموں میں لگا رکھا ہے۔ اللہ رب العزت سب کو مزید ترقیات سے نوازیں۔ (آمین)

غفلت سے بچنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ (امسال) بعض طلبہ کا سوتے میں بھی ذکر قلبی منقطع نہ ہوا تھا بلکہ ہر وقت اللہ، اللہ، اللہ کے مزے لیتا رہا، حتیٰ کہ حالت یہ تھی کہ سو رہے ہیں دل بے قرار اللہ اللہ کی ضرب لگا رہا ہے اور آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب امڈ امڈ کر تکیہ بھگو رہا ہے۔ جب ہچکیاں اس بڑھیں تو آنکھ کھل گئی اور اپنی حالت بالکل بے قابو ہو رہی کچھ دیر اس طرح ہچکیوں سے روتے رہنے کے بعد سکون ہو گیا۔

دینی تعلیم کا حقیقی مقصد ہی یہی ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جائے اگر خود ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہ ہو تو دوسروں کو کس کی دعوت دیں گے؟ جب کہ یہ پڑھ چکے ہیں "یاایھا الذین اٰمنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون (۲۸ سورۃ الصف)

اگر علماء کرام اور فضلاء مدارس دینیہ ہی اس کا اہتمام نہ فرمائیں گے تو عوام الناس سے اس کی توقع کرنا عبث ہے۔ بقول شخصے

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

امید ہے مدارس عربیہ کے ذمہ دار حضرات اس کی ضرورت و اہمیت محسوس کرتے ہوئے اس کا اہتمام فرمائیں گے۔

خدایا آرزو میری یہی ہے
کہ تو نور بصیرت عام کر دے

اس کے علاوہ طلبہ عزیز کے کردار کی تعمیر اور ان میں اعلیٰ اخلاقی قدروں اور پاکیزہ اوصاف کو پیدا کرنے کے واسطے یہاں دارالعلوم میں جن ضابطوں اور قوانین کو رواج دینے کی کوشش کی جا رہی ہے ان کا یہاں مختصراً ذکر بھی انشاء اللہ تعالیٰ فائدے سے خالی نہ ہو گا۔ محترم قارئین سے درخواست ہے کہ اپنی دعائے سحرگاہی اور نالہ نیم شبی میں مغرب اور یورپ (کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں) میں واقع (اجالا پھیلانے کی کوششوں میں مصروف اس چھوٹے سے دارالعلوم کو نہ بھولیں اللہ رب العزت ہم سب کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

۱۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ عمل پر بہت زیادہ زور دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۲۔ چونکہ فی زمانہ بزرگان اسلام و مشائخ پر عدم اعتماد کی ایک ایسی وبا چل نکلی ہے جس سے کالج اور یونیورسٹیوں کے (دنیوی اعتبار سے) جدید تعلیم یافتہ نوجوان انتہائی متاثر ہیں نیز آج یہ وبا ایک فیشن کا روپ دھارتی چلی جا رہی ہے اور آہستہ آہستہ مدارس عربیہ کے نوخیز نونہالوں میں بھی یہ زہر سرایت کرتا جا رہا ہے۔ اس لئے روز مرہ کے اسباق میں اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ طلبہ عزیز میں اپنے اسلاف پر اعتماد پیدا کیا جائے اور ان (مشائخ) کے طرز حیات کو اسوہ (IDEAL.) کے طور پر پیش کیا جائے تاکہ طلبہ عزیز اپنے اسلاف کی اتباع کی کوشش کریں۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ میں مختلف ادوار کا ذکر ملتا ہے کبھی وسعت و فراوانی اور کبھی عسرت و بے سروسامانی کبھی فراخی، کبھی فاقے۔ عموماً ہماری روز مرہ عسرت و فاقہ مستی کا ذکر ہی ہماری معاشرت سے اٹھتا چلا جا رہا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ مبارکہ کے اکثر حصے میں حالت یہی رہی اور احادیث کے ایک بہت بڑے ذخیرے میں اس دور کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خندق اس حال میں کھودی کہ پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ اسی طرح حدیث عنبر بھی مشہور ہے کہ ایک سریے کے اندر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک دستے کو پہلے کئی روز تک صرف ایک کھجور پر گزارا کرنا پڑتا تھا پھر ایسی دن بھی گزرے کہ ایک کھجور بھی نہ ملتی تھی۔ ادھر حضرت عائشہ فرماتی ہیں "ان کنا ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم لنمکث شھرا ما نستوقد بنار ان ھو الا التمر والماء" (مسلم)

ج ۲) یعنی "ہم محمد ﷺ کے گھر والوں کا حال یہ تھا کہ ہم پورا پورا مہینہ چولہا نہیں جلاتے تھے ہماری خوراک اس دوران محض کھجور اور پانی ہوتی تھی۔

ان سب حدیث کی اصل حقیقت کا ادراک تب ہوتا ہے جب کبھی خود اس دشوار گزار گھاٹی سے گزرا جائے۔ اس لئے دار العلوم میں کوشش یہ کی جاتی ہے کہ ہر سال کم از کم ایک دن اس طرح گزارا جائے کہ اس روز کی خوراک صرف کھجور پانی ہو۔ اس کے لئے ٹھنڈے پینے کے پانی کے نلوں کے پاس کھجوروں کے بڑے بڑے ڈبے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اس قانون سے صرف کم عمر کمزور اور بیمار طلبہ مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ صرف چوبیس گھنٹے اس طرح گزارنے سے ہی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ نیز اس کے دو اہم فائدے اور بھی ہیں۔

ا۔ اس دم توڑتی ہوئی سنت (مستمرہ) کا احیاء اور "من احیی سنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید" کے حصول کی کوشش۔

۲۔ اشاعت دین اسلام کی خاطر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محنتوں، مشقتوں، مجاہدوں اور ریاضتوں کا اندازہ محض ایک دن رات ہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احسانات کی قدر اور ان کی عظمت و جلالت شان اس طرح دل میں جاگزیں ہوتی ہے کہ کوئی اشکال اور شبہ باقی نہیں رہتا۔

اس دن کو "یوم الاسودین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۳۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "یاایھا الذین امنو اذکرو اللہ ذکرا کثیرا وسبحوہ بکرۃ واصیلا" (سورۃ الاحزاب ۲۲ آیت ۴۱، ۴۲) یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔ دوسری جگہ ذکر کرنے والوں کو شاباش دیتے ہوئے انہی کو حقیقی عقلمند قرار دیا۔ چنانچہ فرمایا "ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لایات لاولی الالباب○ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم...الی قوم...فاستجاب لہم ربہم انی لا اضیع...الخ" (ال عمران ۴ ج آیت ۱۹۱)۔ نیز حدیث میں آتا ہے "مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحی والمیت" یعنی ان دو اشخاص کی مثال جن میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو اور دوسرا نہ کرتا ہو زندہ اور مردے کی سی ہے (کہ ذکر کرنے والا زندہ شخص کی مانند ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ شخص کی مانند ہے)

اس کے علاوہ بے شمار آیات اور احادیث میں ذکر اللہ کی تاکید اور ترغیب وارد ہوئی ہے۔ لیکن عام مشاہدہ ہے کہ بدقسمتی سے مدارس اسلامیہ کے طلبہ عزیز اس میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ اس عام کمزوری کے ازالے کے واسطے دار العلوم ہذا میں جو کوششیں کی جارہی ہیں منجملہ ان کے مجالس ذکر اور مجالس درود شریف بھی ہے۔

مجلس ذکر روزانہ آدھ گھنٹہ ہوتی ہے۔ جس میں مشائخ سے تعلق رکھنے والے طلبہ (جنہوں نے ذکر جہری کی اجازت لے رکھی ہو) ذکر کرتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے یعنی جو جماعت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہی ہو تو ملائکہ انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس جماعت والوں کا ذکر ان لوگوں کے سامنے کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہیں۔ ان ذاکرین کی مجلس میں دیگر طلبہ بھی خاموش بیٹھے رہتے ہیں اور ان رحمتوں اور برکتوں کے خزانوں سے اپنا دامن بھرتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے "غنیمۃ مجالس الذکر الجنۃ" (رواہ احمد فی سندہ وطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر بحوالہ کنز العمال ۱۷۳۰)۔ یعنی ذکر کی مجلسوں کی غنیمت جنت ہے۔

مثل مشہور ہے "خربوزے سے خربوزہ رنگ پکڑتا ہے" بڑے طلبہ کو دیکھ کر چھوٹوں میں بھی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اس رغبت اور شوق کا آئندہ ان کی زندگی پر بڑا اچھا اثر پڑتا ہے۔

اس کے بارے میں طریقہ یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بعد یہ مجلس شروع ہوجاتی ہے حدیث میں اس وقت کے بارے میں آتا ہے "لان اذکر اللہ مع بعد صلاۃ الفجر الی طلوع الشمس احب الی من الدنیا وما فیہا...الخ" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ عنہ) (بحوالہ کنز العمال ۱۷۱ ج ۱) مجلس میں درود شریف ہر ہفتہ میں ایک بار جمعرات کے روز عشاء کی نماز کے بعد ہوتی ہے۔

اولاً "حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی فضائل درود شریف کا درج ذیل حصہ و ترغیب کے واسطے پڑھا جاتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے اوپر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ یہ ایسا مبارک دن ہے کہ ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے انتقال کے بعد بھی؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں انتقال کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کردی ہے کہ وہ انبیاء کے بدنوں کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا آپ تو (قبر میں) بوسیدہ ہوچکے ہوں گے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کردی ہے کہ وہ انبیاء کے بدنوں کو کھاوے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی حضور کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میرے اوپر ہر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو، اس لئے کہ میری امت کا درود ہر جمعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ پس جو شخص میرے اوپر درود پڑھنے میں سب سے زیادہ ہوگا وہ مجھ سے (قیامت کے دن) سب سے زیادہ قریب ہوگا۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ جو شخص بھی جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر فوراً" پیش ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میرے اوپر روشن رات (یعنی جمعہ کی رات) اور روشن دن (یعنی جمعہ کے دن) میں کثرت سے درود بھیجا کرو، اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے تو میں تمہارے لئے دعاء اور استغفار کرتا ہوں۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ حضرت خالد بن معدان وغیرہ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔

سلیمان بن سحیم کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کی خدمت میں سلام کرتے ہیں کیا آپ کو اس کا پتہ چلتا ہے

حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اور میں ان کے سلام کا جواب دیتا ہوں

ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں کہ میں نے جب حج کیا اور پھر مدینہ پاک حاضری ہوئی میں نے قبر اطہر کی طرف بڑھ کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا تو میں نے روضہ اطہر سے وعلیک السلام کی آواز سنی

بلوغ المسرات میں حافظ ابن قیم سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی زیادہ فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور حضور اقدس ﷺ کی ذات اطہر ساری مخلوق کی سردار ہے اس لئے اس دن کو حضور اقدس ﷺ کی ذات اطہر ساری مخلوق کی سردار ہے اس لئے اس دن کو حضور اقدس ﷺ پر درود کے ساتھ ایک ایسی خصوصیت ہے جو اور دنوں کو نہیں۔

فضائل درود شریف ۶۶ تا ۶۹ مطبوعہ بیروت **(جاری ہے)**

بقیہ : نئی تہذیب کے بھنور

اس نے طنز آلود مسکراہٹ سے کہا یہ دور جہالت کی منطق ہے میں اپنی بیوی کے سامنے یہ دلیل پیش کرکے خود بھی جاہل نہیں کہلوانا چاہتا وہ ایم اے ہے۔

مجھے ایک کہانی یاد آگئی۔ کہتے ہیں کہ جوان سال بیٹا اپنے بوڑھے باپ سے گلو خلاصی کرانے کے لئے اسے کندھوں پر اٹھا کر دریا میں پھینکنے کے لئے چل پڑا" دریا کے کنارے پہنچ کر اسے پھینکنے لگا تو بوڑھے نے کہا یہاں نہیں بیٹا ذرا آگے لے چلو۔ وہاں پانی بہت گہرا ہے اور بھنور بھی پڑتا ہے۔ میں نے اپنے باپ کو بھی وہیں پھینکا تھا۔ بڑی جلد ڈوب گیا تھا"

INTERNATIONAL CONSPIRACY OF QADIANI DOMINATION IN PAKISTAN

Is Govt. of Pakistan a party to this plan?

An Analysis in introspection

* USA is exercising pressure on Pakistan to withdraw legal and constitutional measures relating to Qadianis.

* Mirza Tahir Ahmed, head of Qadianis, invited the Indian High Commissioner to a Qadiani congregation in London and, in his presence, engineered slogans of "Long Live Bharat."

* Doctor Abdus Salam, Qadiani Scientist, has announced to hold an International Science Convention in Pakistan to undermine Pakistan's peaceful Atomic Energy project.

* Despite the declaration made by Pakistan Govt., that it would include a column of religion in Identity Cards, it stopped enforcement of its decision.

* Four Qadianis have been inducted as Ambassadors in important countries including Japan.

* Under cover of the proposed annulment of the Eight Amendment to Pakistan Constitution, secular lobbies have sprung into action to do away with the Presidential Ordinance, called the Anti-Islamic Activities of Qadianis (Prohibitions and Punishments) Ordinance of 1984.

* Qadianis have spread a net of International telecasts through dish antennae to misguide simple Musalmans.

IN VIEW OF THE ABOVE FACTS
WHAT IS YOUR RESPONSIBILITY?

Seriously think over and do your soul-searching but before arriving at a decision do measure up the blood-shot sacrifices of those inviolable men of honour who underwent toil and tribulations for a century to uphold the cause of final Prophethood for the benefit of Muslim Ummah.

BEWARE, May not shame and disgrace permeate through us on Doomsday Course before the haloed audience of Janab Khatmul Mursaleen Muhammad-ur-Rasool Allah (Sall Allaho alaihe wasallam). KMS.

GOD FORBID *GOD FORBID* *GOD FORBID*

FROM: Central Body Majlis-e-Amal, Tahaffuz-e-Khatme Nubuwwat, Pakistan,
Huzoori Bagh Road, Multan: Phone: 40978.

K.M. SALIM
RAWALPINDI

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام

نویں عالمی

عظیم الشان

سالانہ ختم نبوت کانفرنس

برمنگھم

بروز

اتوار

مورخہ 14 اگست ۱۹۹۴ء بمقام جامع مسجد برمنگھم ۱۸۰ بیلگریو روڈ برمنگھم صبح ۹ بجے تا شام ۷ بجے

زیر سرپرستی
شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی
امیر مرکزی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

زیر صدارت
حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہ
استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند

مہمان خصوصی
حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مدظلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

کانفرنس کے چند عنوانات

مسئلہ ختم نبوت • حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام • مسئلہ جہاد • قادیانیت کے عقائد و عزائم • مرزائیوں کی اسلام دشمنی اور انکی دہشت گردی ◆ کانفرنس میں جوق در جوق شرکت فرما کر ثابت کریں کہ ہم قادیانیت کو پنپنے نہیں دینگے اور انکا تعاقب جاری رکھیں گے، کانفرنس کو کامیاب بنانا تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت 35 اسٹاک ویل گرین لندن ایس ڈبلیو ۹ ۹ ایچ زیڈ یو کے فون 071-737-8199

KHAT ME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M.160